اردو-٤٧

اسلام میں
توبہ کی اہمیت وفضیلت اور اس کا طریقہ

إعداد

محمد بن ابراهيم الحمد

اردو ترجمہ

ابوفوزان محمود احمد

نظر ثانی

ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق مکی

جامعہ ام القری مکہ مکرمہ مملکت سعودی عرب

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالدوادمي

ت: ٠١-٦٤٢٣٦٣٦٠ فاكس ٠١-٦٤٢٢٠٠٢

اسلام میں

توبہ کی اہمیت وفضیلت اوراس کا طریقہ

إعداد

محمد بن ابراهيم الحمد

اردو ترجمہ

ابوفوزان محمود

نظر ثانی

ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق مکی

جامعہ ام القری مکہ مکرمہ مملکت سعودی عرب

المكتب التعاونی للدعوة والاشاد وتوعية الجاليات بالدوادمی

ت: ٦٤٢٣٦٣٦-٠١ فاكس: ٦٤٢٢٠٠٢-٠١

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على نبينا محمد و على آله و صحبه اجمعين أما بعد :

قال الله تعالى : ﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾ (زمر / ۵۳) یعنی اے نبی کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالی سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی رحمت والا ہے

اسلام ایک آسمانی دین ہے جسے اللہ نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے منتخب فرمایا ہے فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلامُ﴾ (آل عمران / ۱۹) یعنی اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی پسندیدہ دین ہے.

چنانچہ اسلام انسان کو زندگی کے ہر موڑ پر قانون الٰہی کے مطابق رہنمائی کرتا ہے، اور اس کا قانون تمام انسانیت کے لئے یکساں ہے، اور اس کی نعمتوں سے مسلم و کافر، گنہگار و فرماں بردار سب یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں، انہی احسان و نعمتوں میں

سے ایک احسان ونعمت یہ بھی ہے کہ اللہ نے پوری انسانیت کے لئے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے جوبھی اس عظیم نعمت کو گلے سے لگا تا ہے اللہ تعالی کی خاص محبت کا مستحق قرار پاتا ہے،فرمان الٰہی ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ (بقرہ/۲۲۲) یعنی اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اورطہارت پسندوں سے محبت کرتا ہے،اور جب گنہگار بندہ اللہ تعالی سے توبہ کرتا ہے تواس سے بہت ہی زیادہ خوش بھی ہوتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ) یعنی ہرانسان گنہگار ہے لیکن گنہگاروں میں سب سے بہتر توبہ کرنے والے لوگ ہیں.

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، شیخ محمد بن ابراھیم الحمد رحفظہ اللہ کی تالیف ''الطريق الى التوبة'' کا اردو ترجمہ ہے، جومختصر اور حجم میں چھوٹی ہونے کے باوجود بھی ،طریقہ توبہ کے تمام شکلوں وصورتوں پر مشتمل ہے جس میں مؤلف حفظہ اللہ نے توبہ کی فضیلت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ توبہ کا دروازہ بلاتفریق پوری انسانیت کے لئے چوبیس گھنٹہ کھلا ہے، اوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے نہایت ہی جامع انداز میں ان کا علاج بھی پیش کیا ہے جن غلطیوں کے اکثر لوگ توبہ کے تعلق سے شکار ہوجایا کرتے ہیں پھر اس کے بعد حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کی صورت میں توبہ کی کیا کیا شکلیں ہیں نہایت ہی مختصر اور جامع انداز میں قلمبند کیا ہے،اور توبہ کے باب میں کیا کیا چیزیں معاون ومددگار ثابت ہوتی ہیں ان کی بھی قدرے تفصیل سے وضاحت کی ہے۔

اور جب میں نے اس کتاب کو مکتب کی جانب سے منعقد ہونے والے ہفتہ واری پروگرام میں حاضرین کے سامنے اردو ترجمہ مع وضاحت کے پیش کیا تو بعض بھائیوں نے اس کے اردو ترجمہ کی خواہش ظاہر کی لہذا ان کی خواہشات و گزارشوں کا احترام کرتے ہوئے عام فائدہ کے لئے میں نے کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا جو الحمد للہ بحسن وخوبی اختتام کو پہونچا اور میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ ترجمہ سلیس اور آسان زبان میں ہو۔

ترجمہ سے متعلق چند امور درج ذیل ہیں:

☆ آیات کا ترجمہ کرنے میں مجمع الملک فہد کے شائع کردہ قرآن مجید کے اردو ترجمہ سے مدد لی ہے۔

☆ بعض اشعار کے ترجمہ کا مفہوم ،متن کے ترجمہ میں آنے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

☆ لمبے موضوع کا مختصر انداز میں اس طرح ترجمہ کر دیا گیا ہے کہ پورے مفہوم کو شامل ہو جائے.

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ دوران مطالعہ اگر کوئی کمی یا غلطی پائیں تو اس پر مجھے مطلع کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے ہم آپ کے بے حد ممنون و مشکور ہوں گے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

اب آخر میں ڈاکٹر / عبد المنان محمد شفیق مکی حفظہ اللہ کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کتاب کی نظر ثانی کی۔

(جزاہ اللہ أحسن الجزاء).

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ اس معمولی محنت کو شرف قبولیت سے نواز کر مصنف اور ان کے والدین و اساتذہ کرام، اور خود میرے اور میرے والدین و اساتذہ کرام نیز نظر ثانی کرنے والے اور ان کے والدین و اساتذہ کرام کے لئے بخشش کا ذریعہ بنادے آمین۔

و صلى الله على نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين

ابوفوزان محمود احمد

موبائل نمبر: ۰۵۵۳۵۷۲۳۰۶

تاریخ: ۱۴۲۹/۸/۲۵ھ

مقدمہ مؤلف

الحمد لله غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب و أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له و هو الكريم الوهاب و أشهد أن محمدا عبده و رسوله صلى الله عليه و على آله والأصحاب أما بعد:

یقیناً توبہ زندگی کا وظیفہ اور فرض منصبی ہے جو بندے کی ابتداء وانتہا ہے اور بندگی کے مراتب کا پہلا و درمیانہ نیز آخری مقام ومرتبہ بھی ہے اور ہم تمام انسانوں کو زندگی میں توبہ کی حاجت وضرورت کا ہونا ایک حتمی امر ہے اس لئے کہ ہم میں سے ہر انسان بہت ہی زیادہ خطا کار ہے، دن ورات حقوق اللہ والعباد میں ہم سے کوتاہی ہوتی ہے بنا بریں ہم ایسی چیز کے حاجتمند ہیں جو ہمارے دلوں کو تمام قسم کی آلائشوں سے صاف، ستھرا اور معاصی و گناہوں کی گندگیوں سے پاک وصاف کر دے جس کو دوسرے لفظوں میں توبہ کہا جاتا ہے۔

ہر انسان گنہگار ہے اور ان میں سب سے بہتر توبہ کرنے والے لوگ ہیں اس لئے کہ آخرت میں انسان کی فلاح و بہبودی کا دارومدار حسن خاتمہ پر ہے نہ کہ آغاز زندگی میں پائی جانی والی کمی پر۔ یعنی اگر زندگی کے آخری ایام اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں گذرے ہیں تو اللہ کے رحمت کی امید کی جا سکتی ہے گرچہ زندگی کے ابتدائی ایام معصیت میں گزرے ہوں لیکن اگر اس کے برعکس ہوا تو عذاب الٰہی کا مستحق ہونا لازمی امر ہے۔

اور اللہ کی توفیق ومدد سے میں نے توبہ کے بارے میں ایک کتاب (التوبة وظيفة العمر) لکھی لیکن چونکہ وہ کتاب بہت ضخیم تھی جس سے لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ دشوار تھا لہٰذا بہت سارے بھائیوں نے بھی اسی کتاب کو اس طرح مختصر کرنے کا مشورہ دیا جس میں اس اصل کتاب کا مقصد فوت نہ ہو اور لوگوں پر اس کا پڑھنا اور زیادہ تعداد میں چھپا کر اس کا تقسیم کرنا آسان ہو جائے اس لئے لوگوں کی گذارشات کا احترام کرتے ہوئے میں نے اس کتاب کو (الطريق الى التوبة) نامی کتابچہ میں مختصر کر دیا ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اور بلاشبہ دوران مطالعہ قاری حاشیہ اور مراجع کی قلت محسوس کرے گا اس لیے جو بھی تفصیل اور مراجع کا خواہش مند ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے، اللہ کارساز ہے، اسی پر ہر حال میں ہم بھروسہ کرتے ہیں، اور درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد، اور آپ کے آل واولاد اور تمام صحابۂ کرام پر۔

محمد بن ابراهيم الحمد

۱۴۱۹/۸/۲۴ھ

زلفی ۱۹۳۲ پوسٹ بکس نمبر ۴۶۰

توبہ کی تعریف

توبہ کی لغوی تعریف:

توبہ لغت میں فعل (تاب) کا مصدر ہے، اس مادہ کا اصل ت، و، ب ہے جس کا معنی لوٹنا، واپس ہونا، رجوع کرنا اور شرمندہ ہونا ہے۔

توبہ کی اصطلاحی تعریف:

گناہوں کو اس کی قباحت وخرابی کی جانکاری اور اس کے کرنے پر ندامت و شرمندگی کے بعد ترک کردینا نیز قدرت رکھتے ہوئے بھی اس جیسا گناہ کبھی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا، اور ان گناہوں کا اعمال کے ذریعہ اصلاح کرلینا جن کی اصلاح عملوں کے ذریعہ ممکن ہے، اور اللہ کے لئے نیت کو خالص کرتے ہوئے اس کے ثواب کی امید اور عذاب کے ڈر سے چھوڑتے ہوئے فرائض کو ادا کرنے کا نام توبہ ہے بشرطیکہ یہ غرغرہ (۱) (جانکنی کے وقت) اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے ہو۔

(۱) غرغرہ کا معنی روح کا سینے میں گڈ گڈانا ہے اور اس کا مطلب ہے موت کا قریب ہونا جبکہ انسان فرشتوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور یہیں سے جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے توبہ کا حکم دے کر اس کا دروازہ کھول رکھا ہے اور گناہ کتنا بھی بڑا ہو جائے اس کے باوجود توبہ قبول کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ (زمر/۵۴) ترجمہ: تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیئے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمھاری مدد نہ کی جائے اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (شوری/۲۵) ترجمہ: وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو سب جانتا ہے، اور فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَمَن يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّهَ يَجِدِ اللّهَ غَفُوراً رَّحِيماً﴾ (نساء/۱۱۰) ترجمہ: اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا، مہربانی کرنے والا پائے گا۔ اور نصاری کے بارے میں فرمایا: ﴿لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّ اللّهَ ثَالِثُ ثَلاَثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلاَّ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (مائدہ/۷۳) ترجمہ: وہ لوگ بھی قطعا کافر ہو گئے جنہوں نے کہا، اللہ تین میں کا تیسرا ہے دراصل اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ لوگ اپنے قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے، انہیں المناک عذاب ضرور پہنچے گا۔ پھر اللہ تعالی نے انہیں توبہ پر ابھارتے ہوئے فرمایا

:﴿أَفَلاَ يَتُوبُونَ إِلَى اللّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(مائدہ/۷۴)
ترجمہ: یہ لوگ کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاخدود کے بارے میں فرمایا جنہوں نے مسلمانوں کو سزا دینے اور انہیں آگ میں جلانے کے لئے گڑھے کھودے تھے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ﴾(بروج/۱۰) ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: (اللہ کی اس بخشش اور سخاوت کو دیکھئے کہ انہوں نے اس کے اولیاء کو قتل کیا اس کے باجود بھی وہ ان کو توبہ واستغفار کی دعوت دیتا ہے) اور اسی پر بس نہیں کیا ہے بلکہ اپنی رحمت سے ناامیدی پر تنبیہ بھی کیا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (زمر/۵۳)
ترجمہ: اے محمد میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جس نے بھی اللہ کے بندوں کو توبہ سے ناامید کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کیا۔

☆☆☆

توبہ کے فضائل اوراس کی باریکیاں

توبہ کے بہت سارے فضائل ، عجیب وغریب باریکیاں اور مختلف فوائد و برکات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ توبہ حقیقی کامیابی اور دنیا وآخرت کی کامرانی نیز خوش نصیبی وخوشحالی سے ہمکنار ہونے کا سبب وذریعہ ہے:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾(نور/۳۱) ترجمہ: اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کے جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (دل کی اصلاح، اور اس کی حقیقی لذت وکامیابی، سرور وانبساط اور سکون واطمینان اللہ کی عبادت، اس کی محبت اور اس کی طرف رجوع کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے)۔

۲۔ توبہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے:

جب بندہ خالص توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بدلے اس کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، فرمان باری تعالی ہے :﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحاً عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ (تحریم/۸) ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

۳۔ توبہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے:

جب آدمی سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً﴾ (فرقان ۷۰) ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالی نیکیوں سے بدل دیتا ہے اللہ تعالی بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

اور یہ توبہ کرنے والوں کے لئے نہایت ہی عظیم خوش خبری ہے بشرطیکہ توبہ کے ساتھ ایمان اور نیک عمل بھی پایا جائے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں: (میں نے نبی کریم ﷺ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا اس آیت اور آیت ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً ، لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (فتح ۱) کے نازل ہونے کے بعد خوش ہوتے ہوئے دیکھا، ترجمہ: بیشک اے نبی ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی ہے تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالی معاف فرمائے۔

۴۔ توبہ بہترین سامانِ زندگی، بارش کے نزول، قوت کی زیادتی اور اموال واولاد میں اضافہ کا سبب ہے:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعاً حَسَناً إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ﴾

(ہود/۳) ترجمہ: اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اسی کی طرف متوجہ رہو، وہ تم کو وقت مقررہ تک اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔

اور اللہ تعالی نے ہود علیہ السلام کی زبانی اعلان فرمایا: ﴿ وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَاراً وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴾(ہود/۵۲) ترجمہ: اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت وقوت بڑھا دے اور تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔

اور نوح علیہ السلام کی زبانی اعلان فرمایا: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً ، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَاراً ،وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَاراً﴾ (نوح/۱۰-۱۲) ترجمہ: اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ اور معافی مانگو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، اور تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔

۵۔ اللہ تعالی توبہ اور توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے:

کیونکہ بندگی توبہ اللہ تعالی کے نزدیک بندگیوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے اسی طرح اللہ تعالی توبہ کرنے والوں سے خصوصی محبت رکھتا ہے، فرمان

الٰہی ہے:﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾(بقرہ/۲۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے توبہ سے خوش ہوتا ہے:

پس جس وقت بندہ اللہ سے توبہ کرتا ہے اس وقت اللہ اس سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے اس شخص کی مثال بیان کی ہے جس نے اپنی سواری کو گم ہو جانے کے بعد پالیا ہو اس حال میں کہ اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان تھا اور وہ وحشت ناک چٹیل میدان میں سفر کر رہا تھا، اور وہ زندگی کے تمام اسباب سے ناامید ہو چکا تھا، فرمان نبوی ہے: (یقیناً اللہ بندہ کے توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو ہلاکت خیز وحشت ناک مکان میں اترا ہو اور اس کے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں بھی لدی ہوں پھر آرام کرنے کے لئے زمین پر سر رکھتے ہی سو گیا، اور بیدار ہونے کے بعد دیکھتا ہے کہ اس کی سواری کسی طرف چلی گئی ہے تلاش میں ادھر ادھر دوڑتا ہے لیکن کامیاب نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت سے تنگ آ کر کہتا ہے کہ اپنی جگہ لوٹ جاؤں پھر وہ لوٹتا ہے اور وہیں سو جاتا ہے، بیدار ہونے کے بعد دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے سر کے پاس کھڑی ہے) (دیکھئے بخاری شریف حدیث نمبر ۶۳۰۸، مسلم شریف حدیث نمبر ۲۷۴۴)۔

اور یہ خوشی توبہ کے علاوہ اطاعت کے کسی اور دوسرے کام میں نہیں پائی جاتی، نیز اس کی انتہا کو لفظوں میں بیان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہ بات بھی

طے شدہ ہے کہ توبہ کرنے والے کی سدھار اور اس کے دل میں اس توبہ کا ایک نہایت ہی عظیم اثر بھی ہوتا ہے۔

٧۔ توبہ تائب کے اوپر ایسے عجیب وغریب آثار چھوڑتا ہے جس کا حصول توبہ کے علاوہ دوسرے اعمال سے نہیں ہوتا ہے:

چنانچہ توبہ تائب کے لئے اللہ کی محبت، نرمی ولطافت، اس کا شکر، حمد وثناء اور ہر حال میں اس سے رضامندی واجب کردیتا ہے، اس طرح اس کو اللہ کی طرف سے توبہ کی سبب ایسی نعمتیں مل جاتی ہیں جس کی تفصیل کا ادراک کئے بغیر بندہ اس کی برکتوں وآثار سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ بشرطیکہ توبہ کو گناہوں کے ذریعہ ضائع وبرباد نہ کرے۔

اور توبہ کے انہیں آثار میں سے انسان میں اللہ کے لئے خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا پیدا ہو جانا ہے، یہ چیز اللہ کو بہت سے ظاہری اعمال سے بھی زیادہ محبوب ہے گرچہ وہ اعمال عبودیت توبہ سے تعداد ومقدار میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ عاجزی وانکساری عبادت وفرماں برداری کی روح اور لب لباب ہے، اسی وجہ سے اللہ رب العزت دل سے عاجزی کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے اور بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے کیونکہ سجدہ کی حالت عاجزی وانکساری کی حالت ہوتی ہے، اور شاید مظلوم ومسافر اور روزہ دار کی دعا کی قبولیت کی راز بھی یہی عاجزی وانکساری ہی ہے اسلئے کہ مظلوم کا غم، اس کے شکستہ دلی ہی کے سبب پیدا ہوتا ہے اسی طرح مسافر اجنبیت کی حالت میں شکستہ دلی کا احساس کرتا ہے نیز روزہ بھی نفس کی درندگی وحیوانی خواہشات کو توڑتا ہے۔

☆☆☆

عام لوگوں میں توبہ کے تعلق سے رائج غلطیاں

توبہ کے بارے میں کچھ غلطیاں ہیں جس میں اکثر وبیشتر لوگ توبہ کے صحیح مفہوم سے عدم واقفیت یالا پرواہی وکوتاہی کے سبب واقع ہوجایا کرتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ توبہ میں تاخیر:

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو اپنی غلطی کا احساس ہوجاتا ہے اور اس کا بھی علم ہوجاتا ہے کہ جو کام انہوں نے کیا ہے وہ بھی حرام ہے لیکن اس کے باوجود توبہ میں تاخیر کرتے ہیں اور اس میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں. لہذا کچھ لوگ توبہ کو فراغت یا شادی کے بعد تک مؤخر کردیتے ہیں جبکہ کچھ لوگ اسے بڑھاپے تک ٹالتے رہتے ہیں، وغیرہ. جو بالکل درست نہیں ہے اس لئے کہ انسان پر جہاں گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے، وہیں توبہ کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے سبب بھی توبہ کرنا واجب وضروری ہے تاکہ گناہ کے کام اس کے دل پر زنگ کی شکل اختیار نہ کرلیں جو عموماً مٹنے والا نہیں ہوتا، یا گناہوں پر اصرار کی حالت میں موت اس کو دبوچ لے، اور کبھی کبھار توبہ میں تاخیر توبہ کو مشکل بنا دیتا ہے اور دوسرے گناہوں کے ارتکاب کا بھی سبب ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (یقیناً جب مومن بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے پس جب وہ توبہ کرلیتا ہے اور گناہوں سے باز رہتا ہے نیز اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتا رہتا ہے تو اس کا دل اس کالے نقطے سے بالکل صاف و شفاف ہوجاتا ہے لیکن جب مزید گناہ کرتا ہے تو نقطے زیادہ ہوتے رہتے ہیں یہاں

تک کہ اس کا دل مکمل طور پر ڈھانپ لیتے ہیں، یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن مجید میں کیا ہے: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (مطففین ۱۴) ترجمہ: یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے) (مسند احمد ۲/۲۹۷، ترمذی حدیث نمبر ۳۳۳۴ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے، حاکم ۲/۵۶۲ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے، علامہ ذھبیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کے شرط پر ہے)۔

۲۔ ان گناہوں کی توبہ سے لاپرواہی جسے انسان گناہ ہی نہیں سمجھتا:

بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ توبہ کھٹکتا ہی نہیں ہے اس لئے ایسے لوگوں کو آپ ان گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے پائیں گے جس کو وہ گناہ سمجھتے ہیں اور اس کے بعد پھر یہ گمان کرتے ہیں کہ اس کے علاوہ ان کے اوپر کوئی اور دوسرا گناہ نہیں ہے۔

اس طرح کی فکر ان غلطیوں میں سے ایک ہے جو لوگوں سے توبہ کے باب میں ہو جایا کرتی ہیں جس کا شعور واحساس بہت کم ہی لوگوں کو ہوتا ہے، کیونکہ کچھ ایسے گناہ بھی ہیں جس سے انسان ناواقف ہے کہ وہ بھی گناہ ہے، اور کچھ پوشیدہ گناہ بھی ہوتے ہیں اس طرح کے گناہوں سے انسان کو اس کا عام توبہ ہی نجات دلا سکتا ہے، کیونکہ انسان کو جن گناہوں کا شعور ہی نہیں ہوتا ان کی تعداد دیدہ ودانستہ طور پر کی ہوئی غلطیوں سے زیادہ ہوتا ہے، لیکن ان گناہوں کی عدم واقفیت انسان کو اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سکتی ہے اگر اس کو علم میں دسترس حاصل ہے، کیونکہ علم وعمل کے چھوڑنے

کے سبب وہ نافرمان ہوگا بلکہ اس کے حق میں نافرمانی کا اعتبار اوروں کے مقابلہ میں زیادہ ہی ہوگا۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اس امت میں شرک چیونٹی کے چلنے کی آہٹ سے بھی زیادہ ہلکی ہے) اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس سے نجات کیوں کر ممکن ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ کہو: (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَ اَنَا اَعْلَمُ ، وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ) ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ دیدہ و دانستہ طور پر تیرے ساتھ کسی کو شریک کروں اور اگر بے شعوری میں مجھ سے شرک سرزد ہو جائے تو تجھ سے بخشش کا خواہاں ہوں۔ (امام بخاری الادب المفرد ۷/۳ ، مسند ابی یعلی ۵۹/۱)۔

یہ دعا ان گناہوں سے استغفار کے لئے ہے جو اللہ کے علم میں گناہ ہے لیکن بندے اس کو نہیں جانتے ہیں، اور نبی کریم ﷺ نماز میں یوں دعا کرتے تھے: (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ ، وَمَا اَخَّرْتُ ، وَمَا اَسْرَرْتُ ، وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّی ، اِنَّکَ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ) (بخاری ۱۱۲۰/۱، مسلم ۷۶۹/۱) ترجمہ: اے اللہ تو میرے پچھلے اور بعد میں ہونے والے گناہوں کو معاف کردے اور ان گناہوں کو بھی معاف کردے جن کو میں نے چھپ کر اور کھلم کھلا طور پر کیا ہے نیز اسی طرح جن گناہوں کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے یقیناً تو آگے کرنے والا ہے اور تو پیچھے کرنیوالا ہے تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

اور دوسری حدیث میں اس طرح فرمایا: (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّهٗ ، دِقَّهٗ وَ جُلَّهٗ ، وَاَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ ، وَ عَلَانِیَتَهٗ وَسِرَّهٗ) (مسلم ۴۸۳/۱) ترجمہ: اے اللہ تو میرے تمام گناہوں کو معاف کردے یعنی چھوٹے و بڑے، اول و آخر تمام

گناہوں کو، ان میں سے جو علانیہ طور پر ہوئے ہیں اور چھپ کر ہوئے ہیں سب کو معاف کر دے۔ اس طرح توبہ کی یہ عمومیت ان تمام گناہوں کو شامل ہوگی جن کو انسان گناہ سمجھتا ہے اور جن کو گناہ نہیں سمجھتا۔

۳۔ دوبارہ گناہوں میں واقع ہونے کے خوف سے توبہ کو ترک کر دینا:

کچھ لوگ توبہ کرنا چاہتے ہیں مگر اس ڈر سے توبہ نہیں کرتے کہ دوبارہ ان سے غلطی ہوسکتی ہے، تو یہ ان کی بڑی بھول ہے بلکہ ایسی صورت میں بھی انسان پر اللہ سے توبہ کرنا نہایت ہی واجب ہے اس لئے کہ بسا اوقات موت دوبارہ گناہ کرنے سے پہلے بھی آسکتی ہے، پھر قیامت کے دن اسے کف افسوس ملنے کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، اسی طرح انسان پر یہ بھی واجب ہے کہ اللہ رب العزت کے بارے میں حسن ظن رکھے اور ہمیشہ یہ بات اپنے سامنے رکھے کہ جب بھی وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اللہ اس کی سنے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث قدسی میں فرمایا: (اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے وہم وگمان کے پاس ہوتا ہوں اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے) (مسلم حدیث نمبر ۲۷۵)۔

اور دوسری حدیث قدسی میں آپ ﷺ نے اپنے رب سے اس طرح روایت کیا ہے: (ایک بندہ نے گناہ کیا اور کہا کہ اے اللہ میرا گناہ بخش دے، تو پروردگار نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا، وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک مالک ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے پھر اس نے گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک میرا گناہ بخش دے، پروردگار نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے

کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، پھر اس نے گناہ کیا اور کہا اے میرے پالنہار میرا گناہ بخش دے پروردگار نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے اے بندے! اب تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھ کو بخش دیا) (مسلم حدیث نمبر ۲۷۵۸)۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب جب تم گناہوں سے آزمائے جاؤ تو فوراً ہی اس سے توبہ کرلیا کرو یقیناً وہ معاف کرنے والا ہے۔

۴۔ لوگوں کی عیب جوئی کے خوف سے توبہ کا ترک کردینا:

بلاشبہ کچھ لوگ توبہ کرنا اور راہِ راست پر آنا چاہتے ہیں لیکن لوگوں کی غیبت وعیب جوئی اور عار دلانے نیز شدت وانتہا پسندی جیسی چیزوں سے موسوم کرنے کے خوف سے توبہ سے باز آجاتے ہیں جیسا کہ بعض مستقیم لوگوں کے ساتھ کچھ جاہلوں ونادانوں کا برتاؤ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ انسان لوگوں کے خوف کو اللہ کے خوف پر مقدم کرے اور اس کی وجہ سے توبہ سے رک جائے ،دوسری بات یہ بھی ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ توبہ کے بعد اگر کوئی اس پر عیب لگاتا ہے تو یہ اللہ کی طرف سے امتحان وآزمائش ہے، جس میں وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تائب اپنے توبہ میں سچا ہے یا جھوٹا،ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ صبر سے کام لے کیونکہ جو شروع میں لوگوں کے طعن وتشنیع اور عار پر صبر کرلے گا تو بعد میں آنے والے تہمتوں کا سامنا کرنا اس پر آسان ہوجائے گا پھر اگر استقامت پر قائم رہا، اور اپنے توبہ میں سچا نکلا تو ایک وقت

ایسا بھی آئے گا کہ عار دلانے والے ہی اس کی عزت واقتداء کرنے لگیں گے۔اس لئے اے گنہگار انسان! یہ بات کبھی مت بھول کہ انسان کو قبر میں تنہا ہی جانا ہے اور قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے بھی اللہ کے حضور تنہا ہی حاضر ہونا ہے، تو کیا وہاں عار دلانے والے لوگ تیرے کچھ کام آئیں گے؟

۵۔ لوگوں کے نزدیک مقام ومرتبہ کے گر جانے، اور عزت وشہرت کے ختم ہو جانے کی خوف سے توبہ کا ترک کردینا:

بسا اوقات کسی آدمی کو سماج ومعاشرہ میں ایک خاص مقام ومرتبہ اور عزت حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل یہ نہیں چاہتا کہ توبہ کرکے اسکو ضائع و برباد کرے جیسا کہ ابونواس نے ابوالعتاہیہ سے اس وقت کہا تھا جب اس نے گناہوں کے ارتکاب پر اس کی سرزنش کی تھی:

أَتَرَانِيْ يَا عَتَاهِيْ تَارِكاً تِلْكَ الْمَلَاهِيْ

أَتَرَانِيْ مُفْسِداً بِالنُّسْكِ عِنْدَ النَّاسِ جَاهِيْ

ترجمہ: اے ابوالعتاہیہ! کیا تو میرے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ میں ان کھیل وکود کی چیزوں اور معاصی کے کاموں کو چھوڑ دوں گا اور توبہ کر کے لوگوں کے نزدیک حاصل شدہ مقام ومرتبہ کو برباد کردوں گا؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس طرح کی بات انسان کے دین، شجاعت و مردت اور عقل میں کمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ شہرت اور مقام ومرتبہ تو ختم ہونے والی چیز ہے جو انسان کے مرتے ہی ختم ہو جائے گی اور اللہ کی طرف روانگی کے وقت اس کے

نیک اعمال ہی فائدہ پہنچائیں گے، اللہ کے لئے جب انسان کوئی کام چھوڑ دیتا ہے تو وہ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور اس کا بدلہ کئی طرح کا ہوتا ہے، لیکن اس میں سب سے بہتر بدلہ یہ ہے کہ انسان اللہ سے محبت کرنے لگے، اس سے مانوس ہو جائے اور اس کے ذکر سے قلبی سکون واطمینان محسوس کرنے لگے۔

۶۔ اللہ کی وسعتِ رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے گناہوں پر اصرار:

بعض لوگ گناہوں میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور اس پر جب انھیں ڈانٹا اور ملامت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی بہت ہی زیادہ بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے، جیسا کہ اسی فکر کا حامل ایک شاعر کہتا ہے:

وَكَثِّرْ مَا اسْتَطَعْتَ مِنَ الْخَطَايَا   إِذَا كَانَ الْقُدُومُ عَلٰى كَرِيْمِ

ترجمہ: جب مرنے کے بعد نہایت ہی درگذر کرنے والی ہستی کے پاس ہی جانا ہے تو جتنا زیادہ ہو سکے گناہ کرلو۔

اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ یہ حرکت بیوقوفی، جہالت اور دھوکہ پر مبنی ہے اس لئے کہ اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہے نہ کہ بدکاروں، کوتاہی کرنے والوں، سرکشوں اور گناہوں پر مصر رہنے والوں سے۔ پھر اللہ تعالی بخشش اور وسعت رحمت کے ساتھ ہی ساتھ (شدید العقاب) سخت سزا دینے والا بھی ہے جس کی سخت پکڑ سے مجرم قوم کو کوئی بچا نہیں سکتا، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْ أَنِّيْ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ، وَ أَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيْمَ﴾ (حجر/۴۹) ترجمہ: میرے بندوں کو خبر دیدو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی

نہایت دردناک ہیں،اور ایک شاعر کہتا ہے:

تَصِلُ الذُّنُوبَ اِلیٰ الذُّنُوبِ وَتَرْتَجِی دَرْکَ الْجَنَانِ بِهَا وَفَوْزَ الْعَابِدِ

وَنَسِيتَ أَنَّ اللّٰهَ أَخْرَجَ آدَمَ مِنْهَا اِلیٰ الدُّنْيَا بِذَنْبٍ واحدٍ

ترجمہ: گناہوں پر گناہ کرتا جارہا ہےاوراس کے ذریعہ جنتوں،اور عبادت گذاری کی کامیابی کے پانے کی امید بھی کرتا ہے،اے غافل وگنہگار انسان! تو اس بات کو بھول گیا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو صرف ایک گناہ کے سبب جنت سے نکال کر دنیا کی طرف بھیجدیا۔

پھر یہ بھی سوچنے کا مقام ہے کہ گناہ میں حد سے تجاوز کرنے والے کے دل میں اللہ کی محبت، تعظیم اور حیاء کہاں باقی رہ گئی؟۔

اس لئے مسلمانو! اللہ سے حسن ظن اوراس کے رحمت و مغفرت کی امید، اسبابِ نجات کے اپنانے کے ساتھ ہی کی جاتی ہے نہ کہ ہلاکت کے اسباب اپنانے سے۔کیونکہ حسنِ ظن اسی آدمی کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے جو گناہوں سے توبہ کرے،اس پر نادم اور شرمندہ ہو،کلی طور پر گناہ کو ترک کردے ،گناہوں کو نیکیوں سے مٹانے اور زندگی کے بقیہ ایام اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گذارنے کی کوشش کرے اسی کا نام حسن ظن ہے اس کے برخلاف دھوکا اور خوش فہمی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

۷۔ بدکاروں کے حق میں اللہ تعالی کی مہلت سے دھوکا کھانا:

کچھ لوگ گناہوں کے ذریعہ اپنے نفس پر زیادتی کرتے ہیں اور جب ان کو

نصیحت کی جاتی ہے اور گناہوں کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم سے کتنا گناہ ہی ہوا ہے! ہم تو کچھ اور لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کا فتنہ وفساد، ظلم وستم اور ناحق قتل وغارت گری، باطل طریقہ سے لوگوں کی جائداد کو ہتھیانا اور سود خوری وغیرہ کے گناہوں سے زمین کا کونا کونا بھر چکا ہے، اس کے باوجود بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان پر رحمتوں ونعمتوں کی بارش ہو رہی ہے ان کی عمر بھی لمبی ہے اور عذاب الٰہی ان کو اپنی گرفت میں نہیں لیتی، بلکہ وہ دنیا کے تمام خطرات سے دور ہو کر عیش وآرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔ بلاشبہ اس طرح کی بات ایسے ہی آدمی کے منھ سے نکلتی ہے جو اللہ اور اس کے قوانین زندگی سے ناواقف ہوتا ہے۔

اس سے اور اس جیسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ یہ اللہ کی طرف سے چھوٹ ہے، اللہ تو دنیا اپنے محبوب بندوں کو دیتا ہے اور دشمنوں کو بھی، یہ لوگ جن کا ذکر گزر چکا ہے ان کے اعمال ان کو ہلاک وبرباد کرنے والے ہیں نیز جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ باطل وناجائز ہیں اس لئے ان کے اموال واولاد کو دیکھ کر آپ بالکل تعجب نہ کریں بلکہ جو بھی خوشحالی آپ ان کے پاس دیکھ رہے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ومہلت ہے اللہ تعالی جب بھی ان کو اپنی گرفت میں لینا چاہے گا تو ان کو اس سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (یقیناً اللہ تعالی ظالموں کو مہلت دیتا ہے لیکن جب بھی ان کو پکڑتا ہے تو ان کو فرصت نہیں ملتی) پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿وَ كَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ (ھود/۱۰۲)

ترجمہ: تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے، بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے) (بخاری

حدیث نمبر ۴۶۸۶، مسلم حدیث نمبر ۲۵۸۳)۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: (جب تم اللہ عزوجل کو دیکھو کہ وہ گنہگار انسان کو دنیا کی نعمتوں میں سے اس کے پسند کی چیز دے رہا ہے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف سے استدراج (مہلت) ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُواْ بِمَا أُوتُواْ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ، فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُواْ وَالْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (انعام/۴۴، ۴۵) ترجمہ: پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھول گئے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے، پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالی کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے) (مسند احمد ۴/۱۴۵، اس کے سارے راوی ثقہ ہیں)۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: (ہر ظالم و گنہگار کا اس کے ظلم و گناہ پر قیامت کے دن سے پہلے ہی دنیا میں اس کا مؤاخذہ ہو جاتا ہے، یہی معنی ہے اللہ تعالی کے اس قول کا: ﴿مَن يَعْمَلْ سُوءاً يُجْزَ بِهِ﴾ (نساء ۱۲۳) ترجمہ: جو برا کرے گا اس کی سزا پائے گا، اور بسا اوقات ایک گنہگار شخص اپنے آپ کو صحتمند و تندرست دیکھتا ہے تو وہ دھوکا میں پڑ جاتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو سزا نہیں مل رہی ہے حالانکہ اس کی غفلت و نادانی ہی اس کے حق میں سزا ہے)۔ اور دوسری جگہ کہتے ہیں کہ (عقلمند آدمی پر گناہوں کے انجام سے ڈرنا واجب وضروری ہے اس لئے کہ گناہ کا انجام اس

آگ کی طرح ہے جو راکھ کے نیچے ہو جسے جس طرح تاخیر سے بھڑکنے کا احتمال ہے اسی طرح بسا اوقات جلدی بھی بھڑک سکتی ہے اسی طرح گناہ کی سزا جلد یا بدیر کبھی بھی ہوسکتی ہے) اور یہ کلام بھی انھیں کا ہے کہ (کبھی گناہوں پر گرفت اچانک ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالی اس کو مؤخر کر دیتا ہے، عقل مند آدمی وہ ہے جو گناہ کے بعد فورا توبہ کرلے اس لئے کہ نافرمانوں کی مہلت سے دھوکا کھانے والے کتنے ایسے لوگ گزرے ہیں جن کو اللہ کی گرفت سے مہلت نہیں ملی ہے)۔ایک عربی شاعر کا کہنا ہے:

يَا مَنْ غَدَا فِي الْغَيِّ وَالتِّيهِ   وَغَرَّهُ طُولُ تَمَادِيهِ

أَمْلَىٰ لَكَ اللَّهُ فَبَارَزْتَهُ   وَلَمْ تَخَفْ غِبَّ مَعَاصِيهِ

ترجمہ: اے ضلالت وگمراہی میں دور نکل جانے والا، اور حد سے تجاوز کر جانے کی لمبی مہلت سے دھوکا میں پڑا ہوا انسان! (کیا تو نے کبھی سوچا ہے کہ) اللہ نے تجھ کو مہلت دی اور تو نے اس کو دعوت مبارزت دی اور اپنے گناہوں کے انجام سے نہیں ڈرا۔

۸۔ اللہ کی رحمت سے ناامیدی:

کچھ لوگ جب گناہوں کے ذریعہ اپنے نفس پر زیادتی کر لیتے ہیں ، پھر ایک یا کئی مرتبہ ان کو توبہ کی توفیق بھی ہوئی لیکن اس کے بعد ان سے پھر گناہ سرزد ہو گیا، تو توبہ سے ناامید ہو کر یہ سوچ لیتے ہیں کہ بدبختی ان کی قسمت میں لکھ دی گئی ہے، نتیجۃً گناہوں پر مستمر رہتے ہوئے توبہ کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے، بلکہ ممکن ہے کہ اس کا یہ گناہ اس کے اس گناہ سے بڑھ کر ہو جو اس نے پہلے کیا

ہے کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں اس لئے ایسے لوگوں پر واجب ہے کہ تجدید توبہ کریں اور اللہ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو نیک کاموں میں مشغول رکھیں۔

۹۔ گناہوں کے جواز پر تقدیر سے حجت قائم کرنا:

کچھ لوگ تقدیر کے بہانے معصیت اور گناہ کا کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں میرے قسمت میں یہ لکھا جاچکا ہے کہ میں گناہ کروں گا، اطاعت وفرمابرداری کو ترک کروں گا، مثال کے طور پر جب ان سے کہا جائے کہ بھئی آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے ہیں؟ تو جواب دیتے ہیں کہ اللہ مجھ سے یہ نہیں چاہتا ہے، اور جب پوچھا جائے کہ آپ توبہ کب کریں گے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ جب اللہ تعالی چاہے گا۔

بلاشبہ یہ ایک صریح غلطی، واضح گمراہی اور کھلم کھلا انحراف ہے. کیونکہ ایمان بالقدر ایک گنہگار شخص کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے واجبات یا اس کے سیاہ کرتوتوں پر کسی بھی صورت میں کوئی دلیل فراہم نہیں کرتی ہے، چنانچہ اس طریقے پر تقدیر سے حجت پکڑنا اللہ سے مقابلہ آرائی، اس کے خلاف احتجاج کرنا اور گناہوں کے لئے تقدیر کو خطاوار ثابت کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس لئے مذکورہ صورت میں اللہ کی معصیت اور قول وفعل سے اس کے امر کی مخالفت کرنے میں کسی آدمی کا عذر قطعی طور پر قابلِ قبول نہیں ہوگا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مجرم دنیا وآخرت میں عقاب وسزا اور ملامت کا مستحق کبھی نہ ہوتا۔

نیز اگر اس طرح کا عذر قابل قبول ہوتا تو جس کے دل میں جو بھی گناہ کھٹکتا

اس کے کرنے کا مجاز ہوتا اور اس پر اس کی گرفت نہیں ہوتی، چاہے اس گناہ کا تعلق ناحق قتل وناحق لوگوں کا مال لینے اور فساد کے دوسری صورتوں سے ہی کیوں نہ ہو۔

اور یہ مسئلہ اس بات سے مزید واضح ہوجاتا ہے کہ اگر تقدیر کو حجت بنانے والے پر زیادتی کی جائے اور زیادتی کرنے والا اس کے خلاف تقدیر سے حجت قائم کرے تو کیا وہ اسے قبول کرلے گا؟ ہرگز نہیں، وہ اس کو کبھی بھی قبول نہیں کرے گا بلکہ اس کی مخالفت کرے گا اور اگر یہ تناقض کلام نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور یہ معلوم ہے کہ کلام میں تناقض اس کے فساد کی دلیل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مصائب میں تقدیر کو حجت بنانا مناسب ہے نہ کہ معاصی میں ،لہذا نیک بخت آدمی گناہوں سے بخشش طلب کرتا ہے اور مصائب پر صبر کرتا ہے۔

۱۰۔ جھوٹوں کا توبہ:

جو لوگ وقتی طور پر کسی مرض، سبب، پریشانی ومشکلات، خوف، منصب کی امید اور اس کے ہاتھ سے نکل جانے کے خوف، یا بدنامی کے ڈر یا گناہ پر عدم قدرت کی وجہ سے گناہوں کو ترک کردیتے ہیں پھر جب بھی موقع ہاتھ لگتا ہے تو گناہ کرنے سے چوکتے نہیں، اسی کو جھوٹوں کا توبہ کہا جاتا ہے اور جسے حقیقت میں توبہ کا نام دینا درست نہیں ہے۔

اور اس ضمن میں ان لوگوں کا توبہ نہیں آئے گا جنہوں نے توبہ کیا پھر ان کے نفس امارہ یا شیطان نے ورغلا کر دوبارہ گناہ کا کام کروادیا لیکن اس پر نادم وشرمندہ ہو کر دوبارہ توبہ کرلیا تو یہ سچا توبہ ہے، اسی طرح اس ضمن میں دل کے اندر کھٹکنے والا توبہ بھی نہیں آئے گا تا آنکہ بالفعل وہ ہونہ جائے۔

توبہ کے چند اہم مسائل

یہ باب توبہ کے چندان اہم مسائل پر مشتمل ہے جس کے سلسلہ میں لوگوں کو تنبیہ کردینا زیادہ مناسب ہوگا، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ توبہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) واجب توبہ (۲) مستحب توبہ

واجب توبہ وہ ہے جو کسی حرام کام کے انجام دینے اور واجب کے چھوڑنے پر ہوتا ہے. اور مستحب توبہ وہ ہے جو کسی مکروہ کام کے انجام دینے اور مستحب کے چھوڑنے پر ہوتا ہے۔ پس جس شخص نے توبہ کی پہلی قسم پر کفایت کیا تو اس کا شمار میانہ رو، نیکوکاروں میں ہوگا لیکن جس نے توبہ کی دونوں قسموں کو اختیار کیا تو اس کا شمار نیکی کی طرف سبقت کرنے والوں (سابقون الی الخیرات) اور اللہ کے مقرب بندوں میں ہوگا۔ البتہ جس نے توبہ کی پہلی قسم پر بھی عمل نہیں کیا تو وہ ظالموں میں سے ہے یعنی یا تو کافر ہے یا فاسق۔

۲۔ توبۂ نصوح:

یہ خالص اور سچا توبہ ہے جو تمام قسم کے عیوب اور خرابیوں سے خالی ہوتا ہے، نیز یہ توبہ تمام گناہوں سے ہوتا ہے کوئی گناہ اس میں چھوٹنے نہیں پاتا، توبہ کرنے والا پورے عزم و ارادہ اور سچائی کے ساتھ راہ حق پر کاربندِ عمل ہوتا ہے جس میں وہ کسی قسم کا تردد نہیں کرتا، بلکہ وہ صرف اللہ کے خوف وخشیت، اس کے نعمتوں کی چاہت، اس کے عذابوں کے خوف کے سبب توبہ کی طرف راغب و مائل ہوتا ہے۔ جس آدمی کی یہ حالت ہو جائے تو اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے

ہیں اور گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ بعض گناہوں سے توبہ کرنا:

انسان پر تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے توبہ کرنا واجب وضروری ہے، لیکن اگر کوئی آدمی گناہوں پر مصر رہتے ہوئے کسی خاص گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس کا توبہ اس گناہ کے تعلق سے انشاء اللہ قبول ہوگا بشرطیکہ اسی قسم کے دوسرے گناہ پر مصر نہ ہو۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی سود خوری سے توبہ کر رہا ہے لیکن وہ چوری اور شراب نوشی پر مصر ہے تو سود خوری کے تعلق سے اس کا توبہ قبول ہوگا لیکن اگر وہ سود کے اقسام میں سے کسی خاص قسم سے توبہ کر رہا ہے اور اس کے دوسرے قسم پر مصر ہے یا ایک قسم سے توبہ کر کے دوسری قسم پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے تو اس کا توبہ قبول نہیں ہوگا، حاصل کلام یہ کہ ہر گناہ کے لئے خاص توبہ ہے جو اس گناہ کے تعلق سے واجب وضروری ہے اس کا تعلق دوسرے گناہوں سے نہیں اسی کو دوسرے لفظوں میں توبۂ خاصہ کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ توبہ صحیح ہوگا بشرطیکہ تائب ایمان کی حالت پر برقرار ہو، اور اس مسئلہ میں ایک راز کی بات یہ ہے کہ توبہ بھی گناہ کی طرح کئی قسم کا ہوتا ہے لہذا وہ ایک حیثیت کو چھوڑ کر دوسری حیثیت سے توبہ کرنے والا ہوگا۔

اسی طرح انسان پر واجب ہے کہ جب اسے کسی گناہ سے توبہ کی توفیق مل جائے تو آنے والے دنوں میں بقیہ گناہوں سے بھی چھٹکارے کی کوشش کرے، اس لئے کہ ایک گناہ پر اصرار دوسرے گناہوں کی طرف کھینچتا ہے جس طرح ایک نیکی بسا اوقات دوسرے نیکیوں کا سبب بنتی ہے۔

۴۔ حقوق سے نجات اور مظالم سے چھٹکارا کس طرح ممکن ہے؟:

توبہ اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق دونوں سے ہوتا ہے، اللہ کے حقوق سے توبہ کرنے میں صرف چھوڑے ہوئے حقوق کو بجالانا کافی ہے اور بعض حقوق ایسے بھی ہیں جن کو بجالانے کے ساتھ ساتھ کفارہ وقضاء بھی ضروری ہے۔

اور جہاں تک بندوں کے حقوق کی بات ہے، تو اس میں مظالم سے چھٹکارا اور حقداروں تک حقوق کو پہونچانا واجب وضروری ہے ورنہ اس گناہ کی گرفت سے چھٹکارا نہیں ملے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (جس کسی نے اپنے کسی بھائی کے مال یا عزت وآبرو پر ظلم کیا ہو تو اسے چاہئے کہ آج ہی یعنی اسی دنیا میں، اس سے چھٹکارا حاصل کرلے اس دن کے آنے سے پہلے جس دن کہ اس کے پاس نیکیوں اور گناہوں کے علاوہ درہم ودینار نہیں ہوں گے)۔ (بخاری حدیث نمبر ۲۴۴۹)۔

لیکن اگر کوئی آدمی بہت زیادہ کوششوں کے باوجود بھی حقداروں تک ان کا حق نہیں پہونچا سکا تو ایسی صورت میں اللہ سے معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہی انجام کا ضامن ہے اور گناہوں کو نیکیوں سے بھی بدلنے والا ہے۔

اب بندوں کے حقوق ومظالم کے ضمن میں آنے والے چند ان امور کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن سے دنیا ہی میں چھٹکارا حاصل کرنا واجب وضروری ہے۔

☆ مالی حقوق:

اگر تائب یعنی توبہ کرنے والے کے پاس کسی آدمی کا مالی حق ہے جس کا تعلق غصب، چوری یا مالی امانت وغیرہ کے انکار سے ہے تو اس کو صاحب حق پر لوٹا دینا

واجب وضروری ہے۔بعض لوگ بسا اوقات اس حق کے لوٹانے سے شرماتے ہیں خاص طور پر جب وہ چوری سے متعلق ہوتو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے،اوراس جیسی صورت میں الحمدللہ مسئلہ کا حل بہت آسان ہے۔آدمی یا تو خودصاحب حق کے پاس جائے اور جو کچھ اس سے ہوا ہے اس کی اطلاع دینے کے بعد اس کا حق اس کو واپس کر دے یا فون پر اس سے بات کر کے مناسب حل تلاش کرے یا وہ حق، موجودہ رائج الوقت طریقے سے یا کسی معتبر آدمی کے ذریعہ اس کے پاس بھیج دے۔

لیکن اگر وہ صاحب حق کو نہیں جانتا ہے، یا یہ کہ تلاش کیا لیکن اسے نہیں پایا اور نہ ہی اس کے رشتہ داروں میں سے کسی کو پہچانا، یا حق کی مقدار ہی بھول گیا، یا صاحب حق ہی کو بھول گیا تو ایسی صورت میں اس کا اندازہ کر کے اس کی طرف سے صدقہ کردے۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالی صاحب حق کو دو چیزوں کا اختیار دے گا، یا تو اس کی طرف سے جو صدقہ کیا گیا ہے اس سے راضی ہوکر اس کا ثواب لے لے، یا تائب کی نیکیوں میں سے اپنے مال کے بمقدار نیکی لے لے، آخر الذکر صورت میں صدقہ کا ثواب تائب کے لئے ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالی صدقہ کے ثواب کو ضائع نہیں کرے گا جس سے تائب کو خسارہ اٹھانا پڑے کہ مال بھی گیا اور نیکی بھی۔ بلکہ اس بات کا زیادہ احتمال ہوگا کہ مال والا قیامت کے دن ثواب پا کر اس سے کہیں زیادہ خوش ہوگا جتنی خوشی کہ اسے اس دنیا میں مال کے ملنے سے ہوتی۔

☆ بدنی حقوق:

اگر ظلم کا تعلق جسم کو تکلیف پہنچانے یا زخمی کرنے سے ہے تو اس سے توبہ

کی شکل یہ ہے کہ تائب اپنے آپ کو بدلہ کے لئے مال یا قصاص کی شکل میں حق والے کے حوالے کردے، لیکن اگر وہ مظلوم کو نہیں پہچانتا ہے یا یہ کہ اس سے ملاقات غیر ممکن ہے تو ایسی صورت میں اس کی طرف سے صدقہ کردے اور اس کے لئے دعائیں کرتا رہے۔

☆ عزت وآبرو سے متعلق مظالم:

اور اگر ظلم کا تعلق کسی کی عزت وآبرو سے ہے مثال کے طور پر جیسے غیبت، تہمت، چغلخوری اور دو آدمیوں کے درمیان تعلقات کو خراب کردینا، تو اس سے توبہ کی یہ صورت ہے کہ جس کے ساتھ بھی مذکورہ سبھی بدسلوکیاں یا کوئی ایک بدسلوکی کیا ہے اس سے معافی مانگے اور جن کے درمیان تعلقات کو خراب کیا ہے حسب استطاعت ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے۔

اس مسئلہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جن لوگوں کی شان میں اس نے انگشت نمائی کی ہے ان کو صراحت کے ساتھ بتانے میں دو چیزوں کا احتمال ہوگا، سننے والا یا تو معاف کردیگا یا اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا جس سے مزید فتنہ کھڑا ہوسکتا ہے، پہلی صورت میں تائب صراحت کے ساتھ واضح عبارت میں مظلوم کو بتائے گا کہ ماضی میں آپ کے خلاف مجھ سے ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوگئی ہیں اور اب میں نے ایسی حرکتوں سے توبہ کرلی ہے لہذا آپ مجھے معاف کردیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شخص کریم اور عفو ودرگزر کرنے والا ہو۔ جبکہ دوسری صورت میں جس کے ساتھ زیادتی کی ہے، تائب اس کو نہیں بتائے گا بلکہ اللہ سے توبہ کریگا اور

مظلوم کا ذکر خیر کرے گا جس طرح زمانہ ماضی میں اسکا ذکرِ بد کیا کرتا تھا۔ بایں طور کہ اس کی غیبت ترک کر کے اس کی اچھائیوں کو بیان کرے گا جس کا وہ اہل ہے اور غیبت کے بقدر اللہ تعالی سے اس کے لئے دعاءِ مغفرت کرے گا، اس لئے کہ بتانے کی صورت میں بہت بڑا افساد برپا ہوسکتا ہے جو مصلحت کے خلاف ہے۔ بلکہ بسا اوقات بتانے کی صورت میں دونوں کے درمیان دشمنی، عداوت اور لڑائی و جھگڑا بھی ہوسکتا ہے جو غیبت اور تہمت کے شر سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، اور شریعت ایسے کام کو کبھی بھی جائز قرار نہیں دیتی چہ جائے کہ اس کو واجب قرار دے اور کرنے کا حکم دے۔

اور اگر عزت و آبرو کے ظلم کا تعلق عورتوں یعنی زنا سے ہے اور پھر اس نے اس سے توبہ کر لیا تو چھپانے اور خبر نہ دینے کے اعتبار سے یہ بالکل غیبت، چغلی اور زنا کی تہمت کی طرح ہے لہذا اس صورت میں بھی انسان کا توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہی ہوگا بلکہ اس چیز کو پوشیدہ رکھنے میں بھلائی ہے جبکہ اس کو بتلانے میں ذرہ برابر بھی کوئی خیر نہیں ہے، لہذا جب انسان زنا کاری یا کسی عورت سے خلوت محرمہ کا مرتکب ہو جائے، پھر اس کے بعد اس سے توبہ کرنا چاہتا ہو تو اسے راز میں رکھ کر اللہ سے معافی مانگے کیونکہ اس گناہ سے چھٹکارا کے لئے اگر اس عورت کے ولی کو بتائے گا تو بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو جائے گا اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ انتقام کے جذبہ میں آ کر قتل و غارت گری، طلاق اور اور اس کے اہل کی عزت و ناموس سے کھیلنے کے لئے ہر ممکن کوشش بھی کرے۔

لیکن اگر بتانا مصلحت سے خالی نہیں ہے، مثال کے طور پر توبہ سے پہلے جس

عورت سے زنا کاری کیا ہے وہ عورت اس کو ڈرا دھمکا کر یا کسی بھی طریقہ سے مزید زنا کاری کرانا چاہتی ہے تو ایسی صورت میں اس کے ولی یا اس کے عقلمند شناسا لوگوں میں سے کسی کو فون یا خط کے ذریعہ اپنا نام بتائے بغیر اس عورت کی عادت کے بارے میں باخبر کر دے تاکہ فساد کی یہ بیماری اپنی جگہ دب کر رہ جائے۔

☆ عام مظالم:

اور اگر ظلم عام قسم کا ہے جس سے لوگوں کو نقصان ہوتا ہے تو ایسے آمی کے لئے توبہ کرنا بہت ہی ضروری ہے اسلئے کہ اس کے ظلم کا نقصان متعدی ہے، مثال کے طور پر کوئی آدمی نامہ نگار ہے جو اپنے باطل افکار و نظریات کو ذرائع ابلاغ کے ذریعہ لوگوں میں پھیلا رہا ہے، یا فلمی ہیرو ہے جو لوگوں کو اپنی اداکاری سے، نالائقی اور بری عادتوں پر برانگیختہ کرتا ہے اور اچھے عادات واخلاق سے بیزار کرتا ہے۔ یا گائک ہے جو گندے اور نامناسب گانے گاتا ہے، یا ادیب ورائٹر ہے جو گندے کلام نشر کرتا ہے، یا یہ کہ بدعتی ہے جو اللہ کی دین میں بدعت ایجاد کر کے اس کو پھیلاتا ہے اور اسی طرح کوئی بھی آدمی ہے جو اپنی پوری صلاحیت وقوت کو عوام الناس میں برائی پھیلانے اور بھلائی ختم کرنے کے لئے استعمال کر رہا ہے تو ایسے تمام لوگوں پر اللہ سے توبہ کرنا واجب وضروری ہے، اور ان کے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہوں اور شرمندگی کا اظہار بھی کریں، نیز اپنی غلطی کا اعلان کریں، اور حتی الامکان نیکیوں کے پھیلانے کی کوشش کریں اور زندگی کے بقیہ دنوں کو زیادہ سے زیادہ اطاعت وفرماں برداری میں گزارنے، اور جن لوگوں کی گمراہی

کا سبب بنے ہیں ان کو راہ راست پر لانے میں صرف کریں اور اپنی پوری صلاحیت و طاقت کو دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف کردیں۔

اسی طرح عام مظالم سے ملتے جلتے کچھ اور گناہ ہیں جن سے توبہ کرنا واجب وضروری ہے جیسے شراب، نشہ آور اشیاء، سگریٹ، گندی فلموں کی کیسٹیں، سی ڈیاں، گندے میگزین اور اخلاق کو بگاڑنے والی کتابوں وغیرہ کا بیچنا، لیکن ان مظالم والوں کے لئے توبہ کا اعلان کرنا لازم نہیں ہے، اِلاّ یہ کہ جب مصلحت عامہ توبہ کے اعلان کا متقاضی ہو تاکہ دوسرے لوگ بھی اس کی اقتداء میں ایسی چیزوں کی تجارت کو ترک کردیں، اوران کے حق میں توبہ اس طرح ہے کہ مذکورہ نوعیت کے عمل کو ترک کردیں، اوران کے سبب سے جو چیز فساد کا شکار ہوگئی ہے اس کی اصلاح کی کوشش کریں، اللہ کی طرف متوجہ ہوکر اطاعت کے کاموں میں لگ جائیں اور زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کریں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہروہ ظلم وزیادتی جس سے انسان اس دنیا میں چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر ہے تو اس کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے اور جس پر اسے قدرت نہیں ہے تو اس کے اوپر کوئی حرج نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں صرف توبہ ہی کافی ہے اور اللہ کے معافی کی امید ہے اس لئے کہ انسان انھیں چیزوں کا مکلّف ہے جو اس کے بس میں ہے۔

☆ قصداً قتل کرنے والے کا توبہ:

اس مسئلہ میں علماء سلف کے درمیان اختلاف ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قصداً قتل کرنے والے کے لئے توبہ ہی نہیں، جبکہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ تمام گناہوں

کے لئے توبہ ہے لہذا ہر گناہ سے توبہ ممکن ہے اور وہ قبول بھی ہوگا۔ اور اس سلسلے میں انشاء اللہ جمہور علماء کی رائے ہی درست ہے کہ قصداً قتل کرنے والے کا توبہ ہے۔ اور اس صورت میں اس کے اوپر تین حقوق عائد ہوتے ہیں: (۱) اللہ کا حق (۲) مقتول کا حق (۳) وارثین کا حق۔

ان میں سے اللہ کا حق تو توبہ سے پورا ہو جائے گا، لیکن وارثین کا حق اس طرح پورا ہوگا کہ قاتل اپنے آپ کو ان لوگوں کے حوالے کردے تاکہ وہ لوگ قصاص یا دیت یا عفو ودرگزر کے ذریعہ اپنا حق وصول کرلیں، البتہ مقتول کا حق دنیا میں پورا نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر قاتل نے سچے دل سے توبہ کیا ہے، اور اپنے آپ کو مقتول کے وارثین کے حوالے کردیا ہے تو اللہ تعالی قاتل کے ذمہ سے مقتول کا حق ختم کردیگا اور اسے اپنی طرف سے قیامت کے دن بہترین بدلہ دے گا۔

اور خالص وسچا توبہ اپنے سے پہلے کی تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے لہذا مقتول کو اس پر ہوئے ظلم کا بدلہ دیا جائے گا جبکہ قاتل کو اس کے خالص توبہ کی وجہ سے سزا نہیں دی جائے گی۔

۵۔ سودی کاروبار کرنے والے کا توبہ:

سودی کاروبار کرنے والے کا توبہ یہ ہے کہ وہ سود کی بقیہ رقم چھوڑ دے اور مستقبل میں دوبارہ کبھی اس کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے نیز ماضی میں جو سودی کاروبار کر چکا ہے اس پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کرے۔ رہی بات سودی کاروبار سے حاصل کئے ہوئے مال کی جو سود خور کے ہاتھ میں ہے اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سود سے حاصل کیے ہوئے رقم کو پاک مال سے نکالنا ضروری ہے دوسرے اموال کے ساتھ اس کو ملا کر نہیں رکھا جائے گا،

اور یہی سعودی عرب کے لجنہ دائمہ (مستقل کمیٹی برائے فتوی) کا بھی فتوی ہے۔ اور کچھ علماء کا کہنا ہے: سودی کاروبار سے حاصل کیا ہوا مال دو حالتوں سے خالی نہیں، جس وقت دولت حاصل کیا ہے اس وقت اسے سود کی حرمت کا علم رہا ہوگا یا نہیں، پہلی صورت میں سودی کاروبار سے حاصل شدہ رقم اپنے بقیہ پاک اموال سے واجبی طور پر نکال دے گا اور دوسری صورت میں نکالنا واجب وضروری نہیں اور یہی قول شیخ عبد العزیز بن بازؒ کا بھی ہے۔ اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ توبہ سے پہلے کسی آدمی کو سود سے جو مال دستیاب ہو چکا ہے اسے نکالنے کا حکم نہیں دیا جائے گا البتہ جو سودی مال توبہ کے وقت تک دستیاب نہیں ہوا ہے اس کو چھوڑنا واجب وضروری ہے، اور یہی مسلک شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شیخ عبدالرحمٰن بن سعدیؒ کا بھی ہے۔

۶۔ معصیت سے عاجز کی توبہ:

جب گنہگار اور اسباب گناہ کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل ہو جائے جس کے سبب سے گنہگار، گناہ نہیں کر سکتا، ایسی صورت میں اگر وہ توبہ کرے تو کیا اس کا توبہ قبول ہوگا؟ مثلاً کوئی چور ہے جس کے چاروں ہاتھ، پیر کاٹ دیئے گئے ہوں، یا کوئی زنا کار ہے جس کا عضو تناسل کاٹ دیا گیا ہو، یا نعوذ باللہ زنا جیسی قبیح حرکت کے انجام دینے سے عاجز ہو گیا ہو اور اسی طرح وہ آدمی جو کسی ایسی جگہ پہنچ گیا ہو جہاں اس معصیت کو کر ہی نہیں سکتا ہے جس کو پہلے کرتا تھا جیسے عمر قید کی سزا، یا وہ آدمی جس کو قتل کا حکم سنا دیا گیا ہو اور وہ اس کی تنفیذ کے انتظار میں ہو، یا اس طرح بیمار ہو گیا ہو کہ اس حالت میں معصیت کا کام کر ہی نہیں سکتا، اور اسی طرح دوسرے وہ تمام اسباب ہیں

جن کی موجودگی میں معصیت کا کام نہیں کیا جا سکتا ہے پھر ان سے کوئی آدمی توبہ کرے تو کیا اس کا توبہ قبول ہوگا؟۔

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ الحمد للہ ایسے لوگوں کے لئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اور اگر مطلوبہ شرائط کی روشنی میں توبہ کرنے کے لئے تیار ہیں تو ان کا بھی توبہ قبول ہوگا، پھر ان کا ان وساوس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا جو ان کے دل میں کھٹکتے رہتے ہیں اور معصیت کو مزین کر کے خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں جس کے سبب بسا اوقات تائب دوبارہ اس گناہ کے کرنے کی آرزو وتمنا کرنے لگتا ہے۔

پس جب گناہ پر تائب کی ندامت وشرمندگی اور نفس کی ملامت ثابت ہوگئی تو اسی کو توبہ کہتے ہیں، اور بھلا بتایئے کہ اس سے توبہ کا اختیار چھین لینا کیسے صحیح ہوگا جو اپنے کرتوت پر نادم وشرمندہ ہے اور نفس کو ملامت بھی کرتا ہے مزید براں اس پر رونے گڑگڑانے کے ساتھ ساتھ اپنے حزن وغم اور خوف کا اظہار اور دوبارہ صحت مل جانے، اور معصیت کے تمام مواقع فراہم ہو جانے کے باوجود بھی اس کے نہ کرنے کا عزم وارادہ رکھتا ہے۔

اور جب اللہ تعالی نے اطاعت وفرماں برداری کے کام سے عاجز رہنے والے کو جس کی نیت صحیح ہو اس کے کرنے والے کے مقام میں اتار دیا ہے تو معصیت کے کام سے عاجز رہنے والے کو جس نے گناہ کو مجبوراً چھوڑا ہے اور جس کی نیت، قدرت کے باوجود بھی اس کے نہ کرنے کی ہے، اس کو اختیاری طور پر ترک کرنیوالے کے مقام میں بدرجۂ اولی اتارے گا۔ اور یہ مسئلہ اس بات سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ گناہ کا مفسدہ (خرابی) جس پر اللہ کی وعید مرتب ہوتی ہے کبھی اس گناہ کو عملی جامہ پہنانے

اور کبھی اس گناہ کا عزم وارادہ کر لینے سے ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں مذکورہ صورت میں عاجز کے حق میں ناپید ہیں۔ اور سزا ہمیشہ فساد وخرابی کے تابع ہوتا ہے۔

نیز توبہ تکلیف کے زمانہ میں معتبر ہے جو عاجز کے حق میں کسی بھی صورت میں منقطع نہیں ہوتا بلکہ اس کے اوپر شرعی اوامر ونواہی ویسے ہی واجب وضروری ہوتے ہیں جس طرح قدرت کی حالت میں ہوتے تھے، نیز گناہوں کی تمنا وآرزو کرنے سے رک جانا، اس کے کرنے پر افسوس، ندامت وشرمندگی اور رنج وغم قطعی طور پر اس عاجز سے متصور ہیں جنھیں شروط توبہ کہا جاتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ایک اہم مسئلہ پر تنبیہ کر دینا بہتر ہوگا وہ یہ ہے کہ بسا اوقات شیطان یا برے ساتھی اس توبہ کرنے والے عاجز کے دل میں یہ وسوسہ ڈال سکتے ہیں کہ اس نے عاجزی ہی کی وجہ سے توبہ کیا ہے جو جھوٹا اور غیر مقبول توبہ ہے۔ ایسی صورت میں تائب پر ضروری ہے کہ اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھے اور شیاطین الانس والجن کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتا رہے۔

۷۔ توبہ کا ٹوٹ جانا:

کسی گناہ سے توبہ کے بعد انسان جب دوبارہ وہی گناہ کرتا ہے تو اس کا توبہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے ایسے وقت میں اس پر دوبارہ نئے سرے سے توبہ واجب وضروری ہے۔ ایسی حالت میں پہلے عمل کا گناہ اس کی طرف نہیں لوٹتا، بلکہ صرف نئے عمل کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اس لئے کہ گزشتہ عمل کا گناہ پہلے توبہ سے ختم ہو چکا ہے جس کے تعلق سے تائب ایسا ہو گیا ہے جیسے اس نے اس گناہ کو کیا ہی

نہیں ۔ اسی لئے دوبارہ گناہ کی صورت میں کسی بھی توبہ کرنے والے کے لئے اس دلیل کے ساتھ توبہ کا چھوڑنا جائز نہیں ہے کہ اس کا سابقہ توبہ ٹوٹ چکا ہے۔ بلکہ اس پر توبہ کرنا، اللہ کی طرف لوٹنا واجب ہے۔ کیونکہ تکرار گناہ، تکرار کے سبب اللہ کو مبغوض و ناپسند تو ہے لیکن توبہ اور سابقہ نیکیوں کے اعتبار سے محبوب و پسندیدہ بھی ہے۔

۸۔ توبہ کے بعد سابقہ نیکیوں کا تائب کے کھاتے میں لوٹنا:

کسی انسان کے پاس نیکیوں کا انبار تھا پھر بعد میں اس نے اتنا گناہ کیا جس کے سامنے اس کی تمام نیکیاں ماند پڑ گئیں اور ان کو باطل کر دیا، پھر بتوفیق الٰہی اس نے دل سے سچا اور خالص توبہ کر لیا تو اس کی پرانی تمام نیکیاں اس کے کھاتے میں چلی آتی ہیں اور اس کا حکم نئی نیکیوں کا حکم نہیں ہوگا بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ آپ نے ان تمام نیکیوں پر توبہ کیا جو پہلے کر چکے ہیں، کیوں کہ آپ نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی ہیں یہ ان نیکیوں سے بڑی ہیں جس کو کافر کفر کی حالت میں کرتا ہے جیسے غلام یا لونڈی آزاد کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ کرنا۔

حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں: (میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا ان نیکیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو میں نے زمانۂ جاہلیت میں کیا ہے جیسے صدقہ، غلاموں کا آزاد کرنا اور صلہ رحمی وغیرہ کیا میرے لئے اس میں ثواب ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو اسلام لایا اسی نیکی پر جو پہلے کر چکا ہے (یعنی وہ نیکی قائم ہے اب اس پر اسلام زیادہ ہوا)۔ (بخاری، حدیث نمبر ۱۴۳۶، مسلم، حدیث نمبر ۱۲۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: (اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالی اپنے فضل واحسان سے، اسلام کی حالت میں اس آدمی سے ہوئی نیکیوں کے ساتھ ان اعمال کے اجر وثواب کو بھی ملا دے جو اس نے حالتِ کفر میں کیا ہے)۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ دو اطاعتوں کے درمیان واقع غلطی توبہ کی وجہ سے اس طرح ختم ہو گئی جیسے وہ ہوئی ہی نہیں ہے، اس طرح سے دونوں اطاعتیں آپس میں مل گئی اور جمع ہو گئی، واللہ اعلم۔

۹۔ کیا توبہ انسان کو گناہ سے پہلے کی حالت کی طرف لوٹا دیتا ہے؟:

بسا اوقات انسان کا اللہ کے نزدیک نیک اعمال کے سبب ایک خاص مقام و مرتبہ ہوتا ہے لیکن وہ اپنے گناہ کی وجہ سے وہ اس مقام ومرتبہ سے گر جاتا ہے، پھر بعد میں گناہ کا احساس کر کے اس سے توبہ کر لیتا ہے تو کیا اس کا کھویا ہوا مقام ومرتبہ اسکو اللہ کے نزدیک دوبارہ مل جاتا ہے یا نہیں؟ یا پہلے سے کم ملتا ہے یا پہلے سے بہتر؟۔

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ تائب کی حالت توبہ کے بعد تقوی و پرہیز گاری میں یا تو گناہ سے پہلے کی حالت کی طرح ہوگی یا اس سے بہتر ہوگی یا اس سے کچھ کم ہوگی۔ پہلی صورت میں تائب کو اللہ کے پاس اپنا کھویا ہوا مقام و مرتبہ مل جاتا ہے اور دوسری صورت میں پہلے سے بہتر اور تیسری صورت میں پہلے سے کم مقام ومرتبہ کا مستحق ہوتا ہے۔ بنابریں اس مسئلہ کا خاص طور پر اس آدمی کے لئے اچھی طرح سمجھنا واجب وضروری ہے جس کا تعلق اللہ کے ساتھ تقوی، پرہیز گاری، خوف وخشیت اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے میں اچھا رہا ہو۔ پھر

شیطان کے بہکاوے میں آکر ارتکاب جرم کی وجہ سے اپنا پہلا والا مقام ومرتبہ کھودیا ہو۔ تقویٰ و پرہیز گاری سے دور ہو گیا ہو، اللہ کا خوف وخشیت دل سے ختم ہو چکی ہو اور بھلائی کے کاموں کے قریب نہ جاتا ہو۔ اس طرح کا مسئلہ بہت سے لوگوں کے ساتھ پیش آتا ہے کہ معصیت کے تابع ہو کر اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں اور گمان کرنے لگتے ہیں کہ اب اللہ کے پاس گزشتہ مقام ومرتبہ کا حاصل کرنا ناممکن ہے تو ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے ان کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو شیطان کا پیروکار نہ بنائیں، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بلکہ سچا وخالص توبہ کرنے کی کوشش کریں اور پورے تن من دھن کے ساتھ فوت شدہ نیک اعمال کو حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ اس لئے کہ انسان بسا اوقات اپنا کھویا ہوا، یا اس سے بہتر مقام حاصل کرسکتا ہے جو کسی بھی شریف النفس، بلند عزم وحوصلہ رکھنے والے کے لئے ناممکن نہیں ہے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے:

وَلا يَأْسَ مِنْ رَوْحٍ وَفِي الْقَلْبِ إِيْمَانُ   وَلا بُعْدَ فِيْ خَيْرٍ وَ فِي اللهِ مَطْمَعُ

ترجمہ: دل میں اگر اللہ کے ثواب کی لالچ ہے تو بھلائی کے کام سے دوری نہیں، اور دل میں اگر ایمان جاگزیں ہے تو اللہ کی رحمت سے ناامیدی نہیں۔

۱۰۔ جسم کے ہر عضو پر توبہ ہے:

آنکھوں کا توبہ حرام چیز کو نہ دیکھنا، کان کا توبہ حرام نہ سننا، پیر کا توبہ حرام کام کی طرف نہ چلنا، ہاتھ کا توبہ حرام کام نہ کرنا اور دل کا توبہ شرک، حسد، کینہ کپٹ وغیرہ سے اسے پاک وصاف رکھنا ہے۔

۱۱۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کے جواز کا سبب نہیں ہے:

جب کوئی انسان کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لئے دوسرا گناہ اس دلیل سے جائز نہیں ہو جاتا کہ اس نے ابھی تک توبہ نہیں کیا ہے یا مکمل طور پر درست نہیں ہوا ہے پس حرام چیز کے سننے سے حرام کا دیکھنا جائز نہیں ہوتا، اسی طرح سود خوری سے شراب کا پینا جائز نہیں ہوتا اور اسی پر دوسرے گناہوں کو بھی قیاس کرتے چلے جائیں۔

۱۲۔ کسی حرام کام کا ارتکاب نیکیوں و اطاعتوں کے چھوڑنے کو جائز قرار نہیں دیتا:

جب کوئی انسان کسی حرام کام میں مبتلا ہو جائے جیسے سود خوری، حرام چیز کا سننا اور شراب نوشی، تو یہ عمل اس کے لئے مثال کے طور پر ترکِ نماز کو جائز قرار نہیں دیتا کیونکہ شیطان اس گنہگار کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کرتا رہتا ہے کہ وہ تو منافق ہے، اور بعض گناہوں پر مصر رہتے ہوئے اس کی نماز کیسے درست ہوسکتی ہے؟ حالانکہ اس طرح کے وساوس سے شیطان کا مقصد گنہگار سے مزید گناہ کروانا یا اس کو گناہ کے دائرہ سے نکال کر دائرۂ کفر میں داخل کرنا ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ نیکیوں کے چھوڑنے کا گناہ برائیوں کے کرنے کے گناہ سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (واجب کے چھوڑنے کا گناہ اللہ کے نزدیک حرام کے ارتکاب سے بڑا ہے، اس لئے کہ آدم علیہ السلام کو جنت میں درخت کا پھل کھانے سے روکا گیا تو انھوں نے اس میں سے کھالیا پھر توبہ کیا تو اللہ تعالی کے

نزدیک ان کی توبہ قبول ہوئی اور ابلیس کو آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے کا حکم ہوا لیکن اس نے سجدہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا توبہ قبول نہیں کیا۔

ابن القیم جوزیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب (الفوائد) میں سہل بن عبداللہ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں؛ (میں کہتا ہوں کہ یہ نہایت ہی اہمیت کا حامل ایک عظیم قاعدہ ہے : کہ مامورات کے چھوڑنے کا گناہ اللہ کے نزدیک حرام کاموں کے ارتکاب سے بڑا ہے)۔پھر آپ نے سہل بن عبد اللہ کے قول کی تائید میں ۲۳ مثالیں ذکر کی ہیں جن کی روشنی میں گزشتہ قاعدہ کی صحت کی تائید ہوتی ہے۔اس کے بعد کہتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں یہ باریکی پوشیدہ ہے کہ واجبات اللہ کو محبوب ہیں اور محرمات ناپسند،اور محبوب اعمال واقوال کا واقع ہونا اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اعمال واقوال کے چھوٹ جانے سے زیادہ محبوب ہیں،اسی طرح محبوب اعمال و اقوال کا فوت ہوجانا،ناپسندیدہ اعمال واقوال کے واقع ہونے سے زیادہ ناپسند ہے،واللہ اعلم بالصواب۔

۱۳۔ گناہوں کو بیان کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف بلانا جائز نہیں:

کیونکہ جرائم میں یہ سب سے زیادہ قبیح جرم ہے اور انسان کو اللہ کے عفوودرگذر سے بہت زیادہ دور کرنے والا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((میری امت کا ہر فرد معاف کردیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو گناہ کرنے کے بعد لوگوں سے بیان کرتے پھرتے ہیں)) (بخاری حدیث نمبر ۶۰۹۶، مسلم حدیث نمبر ۲۹۹۰)۔اور دوسری حدیث میں فرمایا: ((جس نے گمراہی کی طرف دوسروں کی رہنمائی کی تو اس پر

اس کا گناہ ہوگا اور قیامت کے دن تک بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی))۔(مسلم حدیث نمبر۴۲۶۷)۔

۱۴۔ گناہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نیکی اور نیک لوگوں سے بغض رکھا جائے اور برائی و برے لوگوں سے محبت کی جائے:

بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ نیکیوں سے محبت کرنے پر اپنی پوری کوشش صرف کردے گرچہ نیکیوں میں کوتاہی کی وجہ سے اس کا شمار نیکوکاروں کی جماعت میں نہیں ہوتا، اور گناہ کو ناپسند کرے گرچہ اس میں ڈوبا ہوا ہو اس لئے کہ انسان کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور ساتھ ہی خیر سے محبت و شر سے بغض رکھنے کے سبب اجر وثواب سے بھی نوازا جائے گا۔

۱۵۔ بدسلوکی، بدسلوکی کے جواز کا سبب نہیں ہے:

لہذا ہر آدمی سے اس کی کرتوتوں کے بارے میں سوال ہوگا جس کے بدلے میں وہ گروی رکھا ہوا ہے۔

۱۶۔ گناہوں کو حقیر جاننا:

کسی گناہ میں پڑنے کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ آدمی گناہ کو حقیر سمجھنے لگے اگر چہ وہ چھوٹا گناہ ہی کیوں نہ ہو، لہذا کسی بھی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ گناہ کے چھوٹا ہونے کو دیکھے بلکہ جس ذات کی اس نے نافرمانی کی ہے اس کی عظمت وجلالت کو اپنے مدنظر رکھے اور بلاشبہ گناہوں کو حقیر سمجھنا انسان کی جہالت و نادانی اور اس کے دل میں اللہ کے محبت کی کمی کی دلیل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کا ذکر کیا ہے: (یقیناً مومن کو اپنے گناہ کا اتنا ڈر رہتا ہے جیسے وہ پہاڑ کے تلے بیٹھا ہوا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے والا ہے، اور بدکار شخص اپنے گناہ کو اتنا ہلکا سمجھتا ہے جیسے ناک پر سے مکھی چلی گئی ہو تو اس نے ہاتھ سے اس طرح کیا، ابوشہاب راوی نے یہ اشارہ ہاتھ کو ناک کے اوپر سے ہلا کر بتایا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ گناہ کتنا بھی چھوٹا ہو مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ اسے حقیر سمجھے، کیونکہ ایک عورت صرف اس وجہ سے جہنم کی مستحق ہوئی کہ اس نے ایک بلی کو قید کر رکھا تھا نہ اس کو کھانا پانی دیتی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے اپنا پیٹ بھر لے یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ (صحیح مسلم/۲۲۴۲)

۔عربی کا ایک شعر ہے:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ أَقَلَّهَا　　　إِنَّ الْقَلِيْلَ إِلَى الْقَلِيْلِ كَثِيْرُ

ترجمہ: کم و چھوٹے گناہوں کو حقیر نہ سمجھو، اس لئے کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر زیادہ و بڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۷۔ گناہوں میں ملوث ہونے کا مطلب معمولی نیک کاموں کو حقیر سمجھنا نہیں ہے:

کسی انسان کے لئے چھوٹے چھوٹے نیک کاموں کو حقیر سمجھنا اس حجت ودلیل سے جائز و درست نہیں ہے کہ وہ بڑے گناہوں میں ملوث ہے اس لئے کہ بسا اوقات وہ ایسا کام کر گذرتا ہے جو اس کی نظر میں معمولی ہوتا ہے مثال کے طور

پر تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا، صلہ رحمی اور مسکینوں کے ساتھ شفقت و رحمت کا برتاؤ کرنا، لیکن یہی معمولی کام اس کے لئے گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے خاص طور پر جب اس نے ان کاموں کو سچے دل سے انجام دیا ہو۔ کیونکہ اعمال اپنی شکل وصورت، ضخامت اور تعداد کے اعتبار سے تو ظاہراً ایک دوسرے پر فوقیت رکھتے ہیں لیکن حقیقی تفاضل، اخلاص اور عدم اخلاص سے ہوتا ہے، اس طرح اعمال شکل وصورت، ضخامت وتعداد کے اعتبار سے تو ایک ہو سکتے ہیں لیکن اخلاص کی وجہ سے ان کے درمیان فضیلت میں زمین وآسمان کا فرق ہو جاتا ہے، اور اس معنی کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے جس میں ایک زانیہ کے پیاسے کتے کو پانی پلانے کا تذکرہ ملتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((ایک کتا ایک کنواں کے اردگرد گھوم رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے مرنے کے قریب تھا اس دوران اس کو بنو اسرائیل کی ایک زانیہ عورت نے دیکھ لیا، اس پر اس نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں کنواں سے پانی بھرا پھر کتے کو پلایا، اس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہو گئی)) ۔(بخاری حدیث نمبر ۳۴۶۷، مسلم حدیث نمبر ۲۲۴۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو آدمی گناہوں میں زندگی گذار رہا ہو اس کے لئے نیک اعمال کا چھوڑ دینا جائز نہیں ہے گرچہ وہ اعمال اس کی نظر میں معمولی ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ وہی معمولی نیک اعمال قیامت کے دن اس کی نیکیوں کے پلڑے کے بھاری ہونے کا سبب ہو سکتے ہیں۔

۱۸۔ بڑے گناہ کا چھوٹا اور چھوٹے گناہ کا بڑا بن جانا:

بسا اوقات ایک انسان کوئی بڑا گناہ شرماتے ہوئے اور خوف کھاتے ہوئے نیز اس کو بڑا سمجھتے ہوئے انجام دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کا یہ گناہ چھوٹے گناہ کے مرتبہ میں آجاتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان کوئی چھوٹا گناہ بنا کسی خوف و ڈر اور اس کو حقیر جانتے ہوئے نیز انتہائی لاپرواہی و بے شرمی سے انجام دیتا ہے جس سے اس کا یہ گناہ بڑا گناہ بلکہ سب سے بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ اور اس چیز کا دارومدار دل کے عمل پر ہے جس کو انسان بذاتِ خود جان سکتا ہے۔

۱۹۔ گناہ کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیز اللہ کی طرف دعوت دینے کے کام کو چھوڑ دینا جائز نہیں ہے:

بہت سے لوگوں سے جب اطاعت و فرماں برداری کے کام میں کوتاہی ہونے لگتی ہے یا ان سے گناہ سرزد ہونے لگتا ہے تو وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور دعوتی عمل اس وجہ سے ترک کردیتے ہیں کہ وہ تو خود کوتاہ عملی کا شکار ہیں، پھر اپنے عمل کے خلاف لوگوں کو حکم کیسے کریں؟ اور قول وعمل کے درمیان اختلاف ہونے کی صورت میں اللہ کی طرف سے سنائی گئی وعید سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ﴾ (بقرہ:۴۴) ترجمہ: لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، اور فرمایا: ﴿كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُون﴾ (صف:۳) ترجمہ: تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

یہ ایک ایسی غلطی ہے جس سے پرہیز کرنا اور بچنا ہر مسلمان پر واجب وضروری ہے کیونکہ ایک واجب کا چھوڑنا، دوسرے واجب کے چھوڑ دینے کو جائز قرار نہیں دیتا، اور قرآن وحدیث میں جو مذمت وارد ہوئی ہے اس کا تعلق نیکی کے چھوڑنے سے ہے بھلائی ونیکی کا حکم کرنے سے نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (المائدہ/۷۸) ترجمہ: بنی اسرائیل کے کافروں پر داود اور عیسی بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے، آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے، جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا.

اس آیت میں اللہ نے آپس میں ایک دوسرے کو برائی سے روکنے کے عمل کو چھوڑنے پر بنو اسرائیل کی مذمت کی ہے جب کہ وہ سب کے سب برائی میں شریک تھے.

حضرت سعید بن جبیرؒ کا کہنا ہے کہ اگر ہر آدمی اس وقت تک بھلائی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے جب تک کہ وہ مکمل طور سے خود پاک وصاف نہ ہو جائے تو ایسی صورت میں کوئی بھی آدمی بھلائی کا حکم دیتا نہ ہی برائی سے روکتا.

حسن بصری نے مطرف بن عبداللہ سے کہا: (آپ اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتے رہیں تو انھوں نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ لوگوں کو ایسی بات کہوں جس کو میں خود نہیں کرتا ہوں، تو حسن نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے، ہم میں سے کون اس کام کو کرتا ہے جسے وہ کہتا ہے؟ شیطان ہم سے اسی طرح کی کامیابی حاصل کر کے خوش ہوتا ہے

تا کہ کوئی کسی کو بھلائی کا نہ تو حکم دے اور نہ ہی برائی سے روکے)۔

مذکورہ عبارت سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جو شخص کسی گناہ میں واقع ہو گیا ہو یا اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں کوتاہی کر رہا ہو تو وہ اپنی طاقت بھر امر بالمعروف و نھی عن المنکر اور دعوتِ دین کا فریضہ ترک نہ کرے بلکہ اس میں لگا رہے۔ اس لئے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی نافرمان آدمی اس کے ہاتھوں ہدایت پا جائے یا کوئی کافر مسلمان ہو جائے یا اس کے اسلام لانے کا سبب بن جائے تو اس کو بھی ان ہی لوگوں کے مانند ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔ اور عین ممکن ہے کہ اس کا امر بالمعروف و نھی عن المنکر اور دعوت دین کا عمل ہی اس کی ہدایت واستقامت اور سدھار کا سبب بن جائے۔ ان عبارتوں سے یہ بات کبھی نہیں سمجھنی چاہیے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوتِ دین کا فریضہ انجام دینے والے کے لئے معروف کے چھوڑنے اور منکرات کے بجا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ منکرات کو ترک کر کے معروف پر کاربند عمل ہونا واجب وضروری ہے، ہاں اس کام کو انجام دینے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام مامورات کا پابند ہو اور منہیات سے دور رہتا ہو بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ آپ فریضۂ الٰہی کو انجام دیتے رہئے اور آپ سے جو غلطیاں ہو رہی ہیں اس بارے میں اللہ سے ڈرتے رہئے۔

۲۰۔ جو بھی دنیا میں کوئی چیز چھپا کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے عمل کا لباس پہنا دیتا ہے:

یہ تو دنیا و آخرت کا نظام ہے کہ انسان کو اس کے عمل کے مطابق ہی بدلہ ملتا ہے لہذا جو آدمی برائی کرتا ہے اس کو برا بدلہ ملتا ہے، پس کبھی کبھار انسان غلط کام

چھپا کر کرتا ہے لیکن اللہ تعالی، دیر ہی سہی اس کو ظاہر کر دیتا ہے، لوگ اس کو دیکھیں نہ دیکھیں لیکن ان کی زبانوں پر اس کا چرچا ضرور ہونے لگتا ہے۔ اور یقینی طور پر لوگ اس آدمی کی حالت سے واقف ہو ہی جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں اس سے محبت کرنے لگتے ہیں یا نفرت، اس کی مذمت کرنے لگتے ہیں یا تعریف۔

☆☆☆

توبہ میں معاون امور

توبہ کا معنی، اس کی اہمیت، فضیلت، اس کے چند احکام ومسائل اور اسکے تعلق سے لوگوں کے درمیان شائع غلطیوں کو واضح کرنے کے بعد اب اس باب میں ایسے چند امور کا تذکرہ ہوگا جو توبہ کے باب میں انشاء اللہ گنہگار کے لئے معاون ومدد گار ثابت ہوں گے مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ اس کے ذریعہ بھولے انسان کی یاد دہانی اور غافل کو تنبیہ فرمائے گا، ان امور میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا۔ اخلاص وتوجہ:

انسان کا اللہ کے لئے اخلاص کی صفت سے متصف ہونا اس کے حق میں سب سے اہم ترین اور نفع بخش دوا ہے، اس لئے کہ جب وہ اپنے رب کے لئے مخلص اور توبہ کی طلب میں سچا ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس سے خوش ہوکر اس کی اس طرح مدد فرماتا ہے جو اس کے وہم وگمان سے بالاتر ہوتا ہے اور ان تمام آفتوں ومصیبتوں کو اس سے پھیر دیتا ہے جو توبہ کے راستہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ کیونکہ جس انسان کا دل اللہ کی عبادت اور اس کی اخلاص کا مزہ چکھ لیتا ہے تو دنیا کی کوئی بھی چیز اس کے نزدیک اس سے زیادہ میٹھی، لذیذ، فائدہ مند اور اچھی نہیں لگتی۔ اور انسان کسی محبوب چیز کو اسی وقت چھوڑتا ہے جب اسے اس سے زیادہ اچھی چیز مل جائے یا اس عمل پر مرتب ہونے والی پریشانیوں وخرابیوں سے ڈرنے لگے کیونکہ قلب سلیم کا حامل انسان، نیک واچھی محبت کے سبب یا تکلیف ونقصان کے ڈر سے غلط وناجائز محبت سے باز آجاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی

کا فرمان ہے: ﴿كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ (یوسف: ۲۴) ترجمہ: یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کردیں بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔

اس طرح اللہ رب العزت اپنے نیک ومخلص بندوں کو اشکال وصور کی طرف غلط میلان اور اس کی محبت میں پھنس جانے سے بچالیتا ہے، اور اخلاص وللّٰہیت کی سبب اس سے ہر قسم کی برائیوں کو پھیر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان پر اس کا نفس، اللہ کی بندگی اور اخلاص کا مزہ چکھنے سے پہلے خواہشات کی اتباع کرنے پر غالب آجاتا ہے لیکن جب بندگی واخلاص کا مزہ چکھ لیتا ہے تو بغیر کسی علاج کے خواہش نفس مغلوب ہو جاتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (انسان جب اللہ کے لئے مخلص ہو جاتا ہے تو اس کا رب اسے اپنی عبادت کے لئے منتخب کر لیتا ہے اور اس کے دل کو حقیقی زندگی دے کر اسے اپنی اطاعت وفرماں برداری کی طرف کھینچتا رہتا ہے، اس طرح اس صفت کی موجودگی میں اس سے ہر طرح کی برائی اور گندے حرکات خود بخود پھر جاتے ہیں ،اوروہ انسان قدرت کے اس عطیہ کی مخالفت سے ڈرتا رہتا ہے۔ اس دل کے برخلاف جو اللہ کے لئے مخلص نہ ہوا ہو تو اس کے اندر ایک جستجو، ارادہ اور محبت مطلق پائی جاتی ہے لہذا وہ اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کی خواہش کرتا ہے اور اپنی مرغوب وپسندیدہ چیز سے چمٹ جاتا ہے اس کی مثال اس نرم و نازک شاخ وڈال کی طرح ہے کہ جب بھی اس پر سے ہوا کا گزر ہوتا ہے تو آسانی کے ساتھ جدھر چاہتی ہے ادھر جھکا دیتی ہے، بالکل اسی طرح اللہ کے خوف سے

خالی رہنے والے دل کو کبھی حرام و غیر حرام اشکال وصور اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں نتیجۃً وہ دل ان کا قیدی وغلام بن کر رہ جاتا ہے یہ صفت اس آدمی کے عیب اور نقصِ دین پر دلالت کرتی ہے جو قابل مذمت ہے۔

اسی طرح کبھی کبھار اس کو شرف ومنزلت اور ریاست وسرداری اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے جس کی وجہ سے انسان کے منہ سے نکلا ہوا کلمہ کبھی اس کو خوش کر دیتا ہے اور کبھی ناراض کر دیتا ہے، اور ایسا انسان تعریف کرنے والوں کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اگر چہ لوگ اس کی جھوٹی تعریف ہی کر رہے ہوں اور ان لوگوں سے دشمنی کرنے لگتا ہے جو اس کی مذمت کرتے ہیں گرچہ وہ اس میں حق بجانب ہوں۔

اور کبھی کبھار وہ درھم ودینار کا غلام بن جاتا ہے اور اس جیسی دوسری چیزوں کا بھی غلام بن جاتا ہے جو دلوں کو اپنا غلام بنالیتی ہیں اور یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی ہر آدمی خواہش کرتا ہے اس طرح انسان اپنے خواہش نفس ہی کو اپنا معبود بنالیتا ہے اور اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اسی کی اتباع میں لگ جاتا ہے۔

جو آدمی اللہ کا مخلص اور اس کا غلام ہوتا ہے تو اس کا دل بھی اپنے رب کا اس طرح غلام بن جاتا ہے کہ اس کے نزدیک اللہ رب العزت، دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتے ہیں نتیجۃً وہ ہر معاملہ میں اس کا تابعدار اور غلام بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جو اللہ کا مخلص نہیں ہوتا تو وہ دنیا کا غلام بن جاتا ہے اور شیطان اس کے دل پر اپنا قبضہ جمالیتا ہے پھر تو اس دل میں ایسی بے حیائی و بے شرمی کی باتیں داخل ہو جاتی ہیں جس کو مکمل طور پر اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا)۔

۲۔ اللہ کی محبت سے دل کا لبریز ہونا:

محبت دلوں کا سب سے اہم موٹر وانجن ہے جو اس کو کسی کام کے کرنے اور چھوڑنے پر ابھارتا ہے۔اور انسان جب بھی غیر اللہ کا غلام بنا ہے اور اس کا تابع ومطیع ہوا ہے تو یہ اس کی شان میں بیجا محبت وغلو کے نتیجہ میں ہوا ہے کیونکہ دل جب اللہ کی محبت سے خالی ہوتا ہے تو خطرناک چیزیں اس کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور اس پر دنیاوی وہ تمام خواہشات ورنگینیاں مسلط ہو جاتی ہیں جو اس کی صلاحیت کو پارہ پارہ کر کے جدھر چاہتی ہیں اور جو چاہتی ہیں کراتی رہتی ہیں۔

اس کے برخلاف جو دل، نفع بخش علوم اور اعمال صالحہ کے سبب اللہ کی محبت سے لبریز ہوتا ہے تو وہ اللہ سے مکمل طور پر مانوس ہو جاتا ہے، اور اس کو ایک اچھی نعمت مل جاتی ہے نیز وہ تمام قسم کی خواہشات نفس سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس پر اللہ سے قریب کرنے والے تمام اعمال وحرکات کا کرنا آسان ہو جاتا ہے، اور یہ بات ثابت ہے کہ دل میں ایک طرح سے پراگندگی، انتشار، بھوک نیز فقیری کی کیفیت ہوتی ہے. اور یہ ممکن نہیں ہے کہ دل کی ان ضرورتوں کو اللہ کی عبادت اور محبت کے سوا کسی اور چیز سے بھرا جا سکے، اس لئے جو بھی اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کو اللہ کی محبت سے پُر کرے، کیونکہ اسی میں حقیقی خوشی، کامیابی اور انسیت ہے. اسی طرح اللہ تعالی کی محبت اس کی مخالفت ونافرمانی پر صبر کا سب سے طاقتور وبہترین ذریعہ ہے، کیونکہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع وفرماں بردار بھی ہوتا ہے، اور دل میں اللہ کی محبت کا قبضہ جس قدر قوی ہوگا اتنا ہی

اطاعت وفرماں برداری کا کام زیادہ ہوگا اور معصیت کے کام سے اتنی ہی دوری ہوگی، اور بلاشبہہ اللہ سے محبت میں کمی ہی کے سبب انسان سے معاصی ومخالفات واقع ہوتے ہیں، ان ساری باتوں سے معلوم ہوا کہ سچی محبت ہی محبوب کی طرف سے محبت کرنے والے پر چوکیدار ونگراں ہوتی ہے جو اس کے اعضاء وجوارح کی نگرانی کرتی رہتی ہے اور اس محبت کی سچائی کی نشانی نگراں کا حاضر رہنا اور ہمیشہ موجود ہونا ہے۔

یہاں ایک اہم مسئلہ کی جانکاری ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس محبت کا اللہ کی تعظیم وتوقیر کے ساتھ جڑا ہوا ہونا واجب وضروری ہے اس لئے کہ ایسی ہی محبت انسان کے دل میں حیا، اطاعت وفرماں برداری جیسی صفت پیدا کرتی ہے اور وہ محبت جو اللہ کی تعظیم وتوقیر سے خالی ہو وہ انسان کو گناہوں کے چھوڑنے پر کبھی نہیں ابھارتا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ دل کو کسی چیز نے اللہ کی اطاعت وفرماں برداری پر اتنا آمادہ نہیں کیا جتنا اس محبت نے کیا ہے جو اللہ کی تعظیم وتوقیر سے جڑا ہو۔

۳۔ اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں مشقتیں برداشت کرنا:

یہ ایک عظیم نفع بخش عمل اور بیش قیمت عطیہ ہے جو انسان کو برائی سے باز رکھنے پر معاون ومددگار ثابت ہوتا ہے اور خیر کے کاموں میں پیش قدمی کرنے پر ابھارتا ہے اس لئے کہ انسانی نفوس کا میلان برائی کی طرف زیادہ ہوتا ہے، سستی وکاہلی اور بیکاری کا دلدادہ ہوتا ہے، بنا بریں جب انسان اس کو اللہ کے لئے ریاضت اور مشقت میں مشغول رکھے گا تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے نیکی، مدد اور ہدایت کی بشارت ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾(عنکبوت:٦٩) ترجمہ:اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھاویں گے یقیناً اللہ تعالی نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنَ الْبَلَايَا لِلْبَلَاءِ عَلَامَةٌ ألا يَرىٰ لَکَ مَنْ هَوَاکَ نُزُوعُ

اَلْعَبْدُ عَبْدُ النَّفْسِ فِيْ شَهَوَاتِهَا وَالْحُرُّ يَشْبَعُ تَارةً وَ يَجُوعُ

ترجمہ: مصیبتوں میں بعض مصیبت آزمائش کی علامت و پہچان ہوتی ہیں اس لئے جوتم کو بلندی سے گرانا چاہتا ہے وہ برائیوں کی طرف تمہارا میلان نہ دیکھنے پائے۔خواہشات نفس میں انسان، نفس کا غلام ہے، اور آزاد آدمی کبھی آسودہ ہوتا ہے اور کبھی بھوکا رہتا ہے۔

اور لوگوں کا کہنا ہے :یقیناً اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنی پوری زندگی میں درج ذیل شعر کے علاوہ کبھی کوئی دوسرا شعر نہیں کہا:

اِذَاأَنْتَ لَمْ تَعْصِيْ الْهَوىٰ قَادَکَ الْهَوىٰ اِلیٰ بَعْضِ مَا فِيهِ عَلَيْکَ مَقَالُ

ترجمہ: جب تم خواہشات نفس کی نافرمانی نہیں کروگے تو وہ تم کو ایسا کام کرنے کی طرف کھینچ لے جائے گا جس کی سبب تمہارے اوپر اعتراضات کے بوچھار ہونے لگیں گے۔

اور مشقتیں برداشت کرنے کا معنی یہ نہیں ہے کہ انسان ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا کئی بار مشقتیں برداشت کرے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی خاطر پوری زندگی موت تک مشقتیں برداشت کرتا رہے۔

۴۔ دنیاوی امید وآرزو کو کم کرنا اور آخرت کو یاد کرنا:

انسان جب یہ بات اپنی ذھن میں رکھے گا کہ یہ دنیا چند دن کی ہے جو جلد فنا ہو جائے گی نیز یہ آخرت کی کھیتی ہے جس میں انسان کو نیک کام کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ جنت کی نعمتوں وجہنم کے عذابوں کو بھی یاد رکھے گا تو وہ اپنی خواہشات نفس کی بے لگام پیروی سے باز رہے گا نیز سچے وخالص توبہ اور فوت شدہ نیک اعمال کے حاصل کرنے کی طرف جلدی بھی کرے گا۔ عربی کا ایک شعر ہے:

قَصِّرِ الْآمَالَ فِي الدُّنْيَا تَفُزْ   فَدَلِيْلُ الْعَقْلِ تَقْصِيْرُ الْأَمَلِ

ترجمہ: اے انسان تو دنیا میں اپنی آرزوؤں وامیدوں کو کم کر دے تو آخرت میں کامیاب ہو جائے گا کیونکہ دنیاوی تمناؤں کا کم کرنا انسان کے عقلمندی کی دلیل ہے۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: (رسول ﷺ نے میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا: تو دنیا میں مسافر یا راستہ پار کرنے والے کی طرح زندگی بسر کر)۔ اسی وجہ سے ابن عمرؓ کہا کرتے تھے: (جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب تم صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت وتندرستی سے اپنی بیماری کا اور اپنی زندگی سے اپنے موت کا حصہ لے لو) (بخاری حدیث نمبر ۹۴۱۶)۔

ابن عقیل رحمہ اللہ کہتے ہیں: (انسان کے اعمال واحوال دنیاوی امیدوں کی کمی ہی سے صاف ستھرے اور خالص ہو سکتے ہیں، یقیناً جس آدمی نے اپنی زندگی کے ایام کو جس میں وہ سانس لے رہا ہے موت کی بیماری کی طرح شمار کیا تو پھر اس کے سارے اعمال درست ہوں گے نتیجۃً اس کی پوری زندگی تمام برائیوں

سے صاف ستھری ہو کر اللہ کے لئے خالص ہو جائے گی)۔

۵۔ اپنے آپ کو نفع بخش کاموں میں مشغول رکھنا، نیز تنہائی اور خالی وقت سے بچنا:

اس لئے کہ انحراف وگمراہی کے ڈائرکٹ اسباب میں سے، بغیر کام کے خالی بیٹھنے کا پہلا نمبر ہے، اور اسی نے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو فطری واخلاقی انحرافات اور شراب پینے کا عادی بنا دیا ہے اور ان کو برے ساتھیوں اور جرائم پیشہ جماعت کی صحبت اختیار کرنے تک پہنچا دیا ہے کیونکہ انسان جب اپنے آپ کو ایسے کاموں میں مشغول رکھتا ہے جو دین و دنیا دونوں میں فائدہ مند ہوں تو اس کی بیکاری کم ہو جاتی ہے اور وہ فتنہ وفساد کا موقعہ نہیں پاتا ہے۔

۶۔ خواہشات نفس کو بھڑکانے والی اور گناہوں پر ابھارنے والی چیزوں سے دور رہنا:

ایک انسان کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ معصیت وشر کو بھڑکانے والی تمام چیزوں سے دور رہے اور ان تمام چیزوں کے ارتکاب سے بھی بچتا رہے جو اس کی شہوت کو بھڑکاتی اور قوت شہوانیت میں ہیجان پیدا کرتی ہیں جیسے فلم بینی، گندے و اخلاق کو خراب کرنے والے گانوں کا سننا اور گندی و بری کتابوں و میگزینوں کا پڑھنا۔ نیز اسی طرح وہ ان تمام چیزوں وجگہوں سے اپنا تعلق ورشتہ توڑ لے جو اسے برائیوں پر آمادہ کرتی ہیں کیونکہ جب کسی چیز کے اسباب کٹ جاتے ہیں تو وہ زائل اور نیست ونابود ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اشتعال انگیز چیزوں کے قریب ہونا

مصیبت و بدبختی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے جبکہ ان سے دوری میں گرانی اور مشقت ہے کیونکہ جسم سے کسی بھی چیز کی دوری دل پر اثر کرتی ہے اس لئے اے انسان! گندی چیزوں کی جدائی پر تو مصیبت میں پھنسے آدمی کی طرح شروع ہی میں صبر کر، کیونکہ گردش زمانہ مصیبتوں کو آسان کر دیتا ہے خاص طور پر جب ترک کئے گئے اسباب کا تعلق عشق ومحبت سے ہو۔

اشتعال انگیز چیزوں سے دور رہنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان فتنے کی چیزوں سے دور رہے کیونکہ ان سے دور رہنے میں نجات وسلامتی ہے جبکہ اس سے قربت میں اس میں واقع ہونے کا خطرہ ہے، لہذا جو آدمی فتنہ سے قریب ہوا سلامتی اس سے دور ہوگئی اور جس نے صبر سے کام لیا تو وہ کامیاب ہوا۔

اور جس چیز کو سب سے زیادہ قابو وکنٹرول میں رکھنے کی ضرورت ہے وہ آنکھ اور زبان ہے لہذا اے انسان تو فتنے کی چیزوں سے قریب رہتے ہوئے خواہشات نفس کے چھوڑنے کے پختہ ارادہ سے دھوکا مت کھا کیونکہ خواہش نفس کی پیروی فریب ودھوکا ہے، اور کتنے جنگی بہادروں کو فریب خوری کی وجہ سے لڑائیوں میں اچانک ہلاکت سے دوچار ہونا پڑا اور ایسی چیزوں کا سامنا کرنا پڑا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

۷۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا اور بروں کی صحبت سے بچنا:

نیک لوگوں کی صحبت مردہ دلوں کو زندگی بخشتی ہے، بھلائی میں مددگار ہوتی ہے اور بھلے لوگوں کی اقتداء پر ابھارتی اور انسان کو فتنہ وفساد سے روکتی ہے جبکہ اس کے

برعکس بروں کی صحبت قبیح وخراب چیز کو اچھا اوراچھی چیز کو خراب بنا کے پیش کرتی ہے نیز انسان کو برے لوگوں کے تابع وفرماں بردار بناتی ہے۔

۸۔ انجام کی فکر:

کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے انسان کو اس کے انجام کی فکر ہونی چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے انسان چیزوں کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اس کی اصلیت سے باخبر ہو جاتا ہے اور دیکھا یہ گیا ہے کہ زیادہ تر لوگوں نے انجام سے بے علمی اور غفلت ہی کے نتیجہ میں مار کھائی اور برے کاموں کا شکار ہوئے ہیں کیونکہ اگر ان کو ذرا سا بھی انجام کی فکر ہوتی تو کبھی بھی فنا ہونے والی دنیاوی لذت کو باقی رہنے والی اخروی لذت پر ترجیح نہیں دیتے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا: (اگر عقلمند آدمی اپنی ایک لمحہ کی حاجت پوری کرنے اور اس کی سبب پوری زندگی افسوس وحسرت میں گذارنے کے درمیان فرق کر لے، تو اس کے قریب ہی نہیں جائے گا گرچہ اس کو اس کے بدلہ میں پوری دنیا ہی کیوں نہ دے دی جائے اِلاّ یہ کہ خواہشات نفس کا نشہ اس کے اور اس کی انجام کی فکر کے درمیان حائل ہو جائے)۔

۹۔ گناہوں کے چھوڑنے کے فوائد کو ہمیشہ مدنظر رکھنا:

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((سبحان اللہ، گناہوں کو چھوڑ دینے میں مروت کی بقاء، عزت وناموس کی حفاظت، منصب ومرتبہ کا تحفظ نیز ان اموال کو محفوظ رکھنا ہے جن کو اللہ نے تمام دنیاوی واخروی مصالح کے لئے اساس وبنیاد کی حیثیت دے رکھی ہے، علاوہ ازیں مخلوق کی محبت، لوگوں کے درمیان گفتگو وکلام کا جاری رہنا،

معیشت کی اصلاح، جسمانی آرام، سکون دل اور اس کی قوت، نفس کی پاکیزگی، شرحِ صدر، فاسقوں وفاجروں کے خوف وخدشات سے امن، حزن وملال، اور رنج وغم کی کمی، دل کا عزت نفس، دل کے نور کا معصیت کی تاریکی سے بجھ جانے سے بچاؤ، ان پریشانیوں سے طریقۂ نجات کی دستیابی جو فاسقوں وفاجروں کے حق میں مشکل ثابت ہوئی ہیں، حصول رزق کا اس طرح آسان ہو جانا جو گمان سے بالاتر ہے، اس چیز کا آسان ہو جانا جو فاسقوں وفاجروں پر مشکل ہو گئی ہے، اطاعت وفرماں برداری نیز حصول علم کا آسان ہو جانا، لوگوں میں ذکر خیر اور ان کی طرف سے اس کے لئے دعا کی کثرت، ایمانی چاشنی، لوگوں کے دلوں میں اس کے رعب ودبدبہ کا بیٹھ جانا، تکلیف وظلم کی حالت میں لوگوں کا اس کی مدد کرنا، غیبت کے وقت اس کی عزت وآبرو سے ان کا دفاع کرنا، اس کی دعاؤں کا جلد ہی قبول ہو جانا، اللہ اور اس کے درمیان پائی جانے والی وحشت کا زائل ہو جانا، فرشتوں کا اس سے قریب ہونا، اس سے شیاطینِ انس وجن کا دور بھاگنا، اس کی خدمت وضرورت کے پوری کرنے میں لوگوں کا بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، اس کی محبت وصحبت اختیار کرنے کی طرف لوگوں کا پیش قدمی کرنا، موت سے نہ ڈرنا بلکہ اس سے خوش ہونا کیونکہ وہ اللہ کے پاس جانے اور اس سے ملاقات کا سبب ہے، اس کے نزدیک دنیا کی قیمت کا کم اور آخرت کی قیمت کا بڑا ہونا، آخرت اور اس کی عظیم کامیابی کی حرص، ایمان کی مٹھاس کا احساس اور اطاعت کی شیریں کا ذائقہ، عرش کے اٹھانے والے اور اس کے اردگرد طواف کرنے والے فرشتوں کی دعا، اس کے اعمال کو ریکارڈ کرنیوالے فرشتوں کی خوشی اور ہر وقت اس کے لئے دعائیں کرنا، عقل وسمجھ اور ایمان ومعرفت میں زیادتی، اللہ کی محبت کا حصول اور اللہ کی

طرف اس کی توجہ اور توبہ سے خوشی وغیرہ اسی طرح ایک انسان کو گناہوں کے چھوڑنے کے نتیجہ و بدلہ میں جو خوشی و سرور حاصل ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں کسی بھی گناہ سے حاصل ہونے والی لذت و سرور کسی بھی طرح سے کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ دنیا میں ترکِ معاصی کے بعض آثار و فوائد ہیں جن کو ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، اور جب موت کا وقت قریب ہوگا تو فرشتے اس کو اللہ کی طرف سے جنت کی بشارت دیتے ہوئے اس کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اب تمہارے اوپر کسی قسم کا رنج وغم اور حزن و ملال نہیں ہوگا۔ اس طرح وہ دنیا کی تنگی اور اس کے قید خانے سے جنت کی کیاری اور اس کی نعمتوں کی طرف ہمیشہ کے لئے منتقل ہو جاتا ہے، اور قیامت کے دن جب لوگ دھوپ کی شدت کے سبب گرمی اور پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے تو وہ عرش کے سایہ کے نیچے ہوگا فرمان الٰہی ہے: ﴿ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَن یَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (الحدید/۲۱) ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

۱۰۔ اس بات کو مدنظر رکھنا کہ شہوت پر صبر کر لینا شہوت سے برآمد ہونے والے انجام پر صبر کرنے سے کہیں زیادہ آسان ہے:

اس لئے کہ شہوت یا تو تکلیف وسزا کو واجب کرے گا، یا اپنے سے بہتر لذت کو ختم کر دے گا، یا وقت کو ضائع کرنے کے ساتھ حسرت و افسوس کا باعث بنے گا، یا عزت میں بٹا لگائے گا جبکہ انسان کے لئے عزت بدنامی سے بدرجہا بہتر و نفع بخش ہے یا مال و دولت کی تباہی و بربادی کا سبب ہوگا جبکہ اس کا باقی رہنا ضیاع سے

بہت زیادہ بہتر ہے، یا کوئی ایسی نعمت چھین لے گا جس کا باقی رہنا شہوت پوری کرنے سے زیادہ لذیذ وعمدہ ہے۔ یا گھٹیا و نادان لوگ اس پر اعتراض کرنے کا شوشہ پا جائیں گے جسے وہ پہلے نہیں پا سکتے تھے، یا اس کے لئے حزن وغم اور خوف ودہشت واجب کر دے گا جو شہوت سے ملنے والی لذت سے کہیں زیادہ خطرناک ہوگا، یا اس سے ایسے علم کو بھلا دے گا جس کا یاد رکھنا شہوت پوری کرنے سے زیادہ مزیدار ہے، یا دشمن کو خوش کرے گا اور دوست کو غم میں ڈال دے گا، یا کسی آنے والی نعمت کا راستہ بند کر دے گا، یا اس کو اس طرح داغدار کر دے گا جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اس لئے کہ اعمال اگر نیک ہیں تو وہ انسان کو اچھے صفات اور اخلاق حسنہ کا عادی بنا دیتے ہیں اور اگر بد ہیں تو وہ برے صفات واخلاق قبیحہ کا دلدادہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ گناہوں کے نقصانات کو مدنظر رکھنا:

اس کے نقصانات میں سے علم ورزق سے محرومی اور ایسے خوف ووحشت کا بیٹھ جانا ہے جس کا احساس ایک گنہگار انسان اپنے دل میں کرتا رہتا ہے، اور اس کے انجام بد پر اللہ ومخلوق کا خوف اسے ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے۔

اسی طرح گناہوں کے نقصانات میں سے معاملات کا مشکل اور دل کا سیاہ ہو جانا، جسمانی کمزوری، اطاعت وفرمابرداری سے محرومی، عمر کی کمی اور اس کی برکت کا ختم ہو جانا ہے۔ نیز گناہ اپنے ہی طرح دوسرے گناہ کو بھی جنم دیتا ہے، اور دل کے اندر گناہ کا ارادہ مزید پختہ کرتا ہے اور توبہ کے ارادہ کو آہستہ آہستہ کمزور بناتا ہے یہاں تک کہ ایک مرحلہ میں اس کے دل سے توبہ کا ارادہ بالکل نکل جاتا ہے.

جس کے نتیجہ میں گنہگار بلا خوف وخطر اور پرواہ کے گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے اور اس کو قبیح سمجھنا چھوڑ دیتا ہے۔

اسی طرح معصیت اللہ کے نزدیک بندے کی رسوائی کا سبب ہے اور اس کی نحوست صرف گنہگار تک محدود نہیں رہتی ہے بلکہ اس کی زد میں دوسرے انسان وچوپائے بھی آجاتے ہیں۔

اسی طرح گناہ ذلت کا باعث ہے، فسادِ عقل نیز لعنت وملامت کا سبب ہے، نبی کریم ﷺ، فرشتوں اور مسلمانوں کی دعاؤں سے محرومی کی وجہ ہے.

اسی طرح گناہ دل سے غیرت کو ختم کر دیتا ہے، حیاء وشرم کو ملیامیٹ کر دیتا ہے اور اللہ کی تعظیم کو دل سے دھوڑ التا ہے اور اس کی یاد کو بھلا دیتا ہے اور اس کو اس کی ذات وشیطان کے درمیان تنہا کر دیتا ہے.

اور اسی طرح گناہ کی وجہ سے گنہگار کے دل میں خوف و رعب جاگزیں ہو جاتا ہے اس کا دل اندھا ہو جاتا، اس کا مقام ومرتبہ گر جاتا ہے اس کے نام ونمود اور شہرت میں بٹا لگ جاتا ہے . اس کی ذلت و بدنامی کا سبب بن جاتا ہے محترم لوگوں میں سے ہونے کے بعد اس کا شمار ذلیل وگھٹیا لوگوں میں ہونے لگتا ہے، انسانوں و جناتوں کے شیاطین سے اس کی دوستی ہو جاتی ہے اس کے علاوہ اور بھی گناہوں کے نقصانات ہیں جن کو اگر کوئی بھی عقل مند آدمی اپنے مدنظر رکھتا ہے تو وہ گناہوں کے بالکل قریب نہیں جائے گا بلکہ اس سے دور بھاگے گا.

۱۲۔ دعا کرنا:

یہ گناہوں سے بچنے کے لئے سب سے بڑا ذریعہ اور سب سے کارگر وسیلہ ہے اور سب سے زیادہ نفع بخش دوا ہے، مصیبتوں و پریشانیوں کی دشمن ہے، ان کا علاج کرتی اور ان کو دور بھگاتی ہے، اور انسان پر ان کے نازل ہونے کو روکتی ہے یا نازل ہونے کے بعد اس کی تکلیف کو کم کرتی ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر/۶۰)، ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ اور اللہ سے مانگی جانے والی چیزوں میں سب سے بڑی چیز توبہ کی توفیق طلب کرنا ہے، اور وہ بایں طور کہ اے اللہ تو مجھے خالص اور سچے توبہ کی توفیق عطا فرما۔

اسی لئے اللہ کے نبی ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام اللہ سے ان الفاظ میں دعائیں کیا کرتے تھے: ﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴾ (بقرہ/۱۲۸) ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان الفاظ میں دعائیں کرتے تھے: (رَبِّ اغْفِرْلِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ) (احمد ۲/۲۱، ترمذی/۳۴۳۴ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)، ترجمہ: اے میرے رب تو میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے توبہ کو قبول فرما بیشک تو

توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے۔

پس جس کا ارادہ توبہ کا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ نہایت ہی گریا وزاری اور اصرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توفیقِ توبہ کا سوال کرے نیز ایسے اوقات و حالات کو بھی تلاش کرے جس میں دعا کی قبولیت کا زیادہ احتمال رہتا ہے جیسے سجدہ میں، رات کے آخری حصہ میں، اذان واقامت کے درمیان، اخلاص کے خوب قوی ہو جانے اور دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی حالت میں۔ اسی طرح اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ دعا کی عدم قبولیت کے اسباب سے پرہیز کرے، دعا کرنے سے اکتائے اور نہ ہی دعا کی قبولیت کے بارے میں جلدی کرے۔ کیونکہ جس آدمی کی یہ حالت ہو جاتی ہے اس کی دعا شرف قبولیت کی حقدار ہو جاتی ہے، ایک عربی شاعر کا کہنا ہے:۔

مَا ضَاقَ بِالْمَرْءِ أَمْرٌ فَاسْتَعَدَّلَهٗ عِبَادَةَ اللّٰهِ إِلَّا جَاءَهُ الْفَرَجُ
وَلَا أَنَاخَ بِبَابِ اللّٰهِ ذُوْ أَلَمٍ إِلَّا تَزَحْزَحَ عَنْهُ الْهَمُّ وَالْحَرَجُ

ترجمہ: انسان جب اپنے اوپر پڑنے والی مصیبتوں و پریشانیوں کا مقابلہ اللہ کی عبادت سے کرتا ہے تو اس کو اس سے نجات نصیب ہوتی ہے، اور مصیبتوں کا مارا جب اللہ کی دہلیز سے چمٹ جاتا ہے تو مصیبت و پریشانی اس سے دور ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ نافرمانوں کے حالات وانجامِ بد پر غور وفکر کرنا:

کیونکہ یہ عمل انسان کو گناہوں میں حد سے تجاوز کرنے سے روکتا ہے اور عقل مند آدمی کو خالص توبہ کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے؛ پس نافرمانوں کی نصیب

میں ذلت و رسوائی، تنگ دستی و پریشانی، بدبختی و عذاب مقدر ہوتی ہے کیونکہ گناہ کا انجام اور ضروری نتیجہ یہی ہے جبکہ اس کے برعکس ہر طرح کی عزت وسعادت، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری سے انسان کو حاصل ہوتی ہے فرمان الٰہی ہے: ﴿مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعاً﴾ (فاطر/۱۰) ترجمہ: جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالی ہی کی ساری عزت ہے۔ یعنی کوئی شخص اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری سے ہٹ کر عزت نہیں پا سکتا۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (جو شخص ابدی ودائمی سعادت کا متلاشی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عبودیت (بندگی) کی دہلیز کو لازم پکڑے)۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ دُنیا پرستوں کی طرف للچائی نگاہ سے دیکھنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں: (دنیا پرستوں کی ٹیپ ٹاپ کی طرف دیکھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ، یقیناً دنیا کی نعمتوں سے دور ہونے کے سبب، تو اسے اچھا تو سمجھتا ہے لیکن اگر یہ چیز تجھے حاصل ہوگئی تو اسے تو خود ہی ناپسند کرنے لگے گا کیونکہ دنیا داری میں پھنسنا، دنیا وآخرت کی ایسی آزمائشوں میں گھر جانا ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا ہے لہذا اے انسان! حتی الامکان قناعت پسندی سے کام لے اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے)۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے نافرمانوں کے بارے میں کہا ہے: (اہل معصیت ترقی وتقدم کے میدان میں اوج ثریا کو پہونچ جائیں پھر بھی معصیت کی ذلت ورسوائی ان کے دل سے جدا نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ نے ذلت ورسوائی کو ایسے لوگوں کا اوڑھنا وبچھونا بنا دیا ہے)۔

اسی وجہ سے نافرمانوں کو ذلت و رسوائی، بدبختی وخوف ہمیشہ دامن گیر ہوتی ہے گرچہ ظاہر میں لوگ انھیں اس کا بالکل الٹا دیکھتے ہوں اور گرچہ وہ ظاہر میں سعادت وخوش نصیبی، سرور وانبساط کا مظاہرہ کریں، اوراگرچہ دنیا کے کونا کونا میں ان کی شہرت کا چرچا ہوتا ہو، اوردنیا پرست ان کے عادات واخلاق کی تقلید کرتے ہوں لیکن ان سب کے باوجود حقیقت میں ذلت ورسوائی ان سے اس طرح چمٹی ہوئی ہے جوان سے کبھی الگ نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے اندراتنا ہی اضافہ ہوتا رہتا ہے جتنا وہ گناہ کے سبب اللہ سے دور ہوتے رہتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اسی وجہ سے ظالم اقوام کوآپ سب سے بڑا فاسق وفاجر اورمفسد پائیں گے اور ہر سنی، دیکھی، سونگھی، کھائی اور پی جانے والی چیز جس سے نفس کوراحت وسکون میسر ہوتا ہے انھیں ان کا سب سے زیادہ حریص بھی پائیں گے۔اوران ساری چیزوں کے باوجود بھی ان کوقلبی سکون وراحت میسر نہیں ہوتا ہے، یہ توان چیزوں کا بیان ہوا جن کا تعلق لذتوں سے ہے اور جہاں تک بات ڈروخوف کا ہے تو یہ لوگ دشمنوں سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں، اور جوڈرتا ہے اس کی کوئی زندگی نہیں ہوتی ہے۔

اوران نافرمانوں میں جولوگ عاجز ومعذور ہیں تو ان کی زندگی بڑے عذاب میں گزرتی ہے، اوروہ سدا اپنے کئے اور نہ کئے پر پچھتاتے رہتے ہیں۔ اورجہاں تک رہی بات مومن کی تو اس کے پاس نیک اعمال اورنفع بخش علوم ہوتے ہیں جس سے دل کوایسا اطمینان وسکون اورشرح صدر اورآنکھوں کوایسی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے جو بیان سے بالاتر ہے)۔

بہت سے معروف ومشہور فنانوں اور مالداروں نے اپنے اوپر آنے والی مصیبتوں اور تنگیوں کا اعتراف کیا ہے، جب کہ ابتداء میں ان کی حالات پر غور وفکر کرنے والا یہی سمجھتا ہے کہ خوشحالی وخوش نصیبی ان کی زندگی کا جز ہے جو ان سے جدا نہیں ہوتی ہے))۔

۱۴۔ صبر پر جم جانا خصوصاً کسی کام کی ابتداء میں:

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ خواہشات کو دلوں پر بادشاہت، چودھراہٹ اور سخت گرفت حاصل ہے کیونکہ اس کا ترک کرنا اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ تعالی سے جو ڈرتا ہے تو وہ اسے خواہشات سے بچالیتا ہے، جو اس سے مدد مانگتا ہے اسکی مدد فرماتا ہے، جو اس پر بھروسہ رکھتا ہے تو وہ اسے نوازتا رہتا ہے۔

اور حرام کے بارے میں انسانی رغبت جس قدر زیادہ ہوگی، اور نفس اس کے کرنے کا جس قدر مشتاق ہوگا نیز اس میں واقع ہونے کے اسباب ووسائل جس قدر زیادہ ہوں گے اس کے ترک کرنے اور خواہشات کو دبا کر اس سے چھٹکارا حاصل کرنے میں اتنا ہی زیادہ اجر وثواب بھی ہوگا۔

غیر اللہ کی خوشنودی کیلئے حرام کاموں کو چھوڑنے والا مشقتوں وپریشانیوں سے دوچار ہوتا رہتا ہے جب کہ اللہ کے لئے حرام کاموں سے باز رہنے والا صرف شروع میں پریشانیوں کا سامنا کرتا ہے، اور وہ بھی اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہوتی ہے کہ ایا وہ اس کے ترک کرنے میں سچا ہے یا جھوٹا، اس لئے جو بھی ان مشقتوں پر چند دنوں تک صبر کرلیتا ہے تو بعد میں وہی لذتوں سے لطف

اندوز ہونے لگتا ہے، اس طرح جو استقامت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو اس کے بدلنے کا کبھی بھی ارادہ نہیں کرتا ہے۔

جس طرح آپ اس بچے کو دیکھتے ہیں جو ماں کی پستان سے دودھ پینے کا عادی ہو چکا ہے کہ وہ پستان کو منہ سے پکڑتے ہی کس طرح خاموش وخوش ہو جاتا ہے اور اس کے چھوڑتے ہی کس طرح رونے لگتا ہے۔ لیکن جب بچہ دودھ چھوڑ دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانوں کا مزہ چکھ لیتا ہے تو اس کے بعد دودھ پینے کے لئے ماں کی پستان کی طرف کبھی توجہ بھی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کے لئے کبھی روتا ہی ہے بالکل اسی طرح کا معاملہ نفس کا بھی ہے؛ کہ جب اسے عبادتوں کی لذت، ایمان کا مزہ اور یقین کی ٹھنڈک حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کی قربت کا احساس کرنے لگتا ہے تو خواہشات نفس کی طرف اس کی رغبت بالکل ہی نہیں ہوتی۔

یہ باتیں بالکل مجرب وصحیح ہیں جس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ فاسقوں وفاجروں کی خوشحالی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ کر دھوکا میں پڑنا شہوت پرستی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

۱۵. توبہ میں معاون شخص سے حالات کا تذکرہ:

چاہے وہ شخص عالم دین ہو، یا داعی، مقرر ہو، یا معلم و مدرس، یا اسی طرح کا کوئی بھی شخص ہو، پس ان لوگوں سے رجوع کرنا اور ان سے اپنے حالات کا تذکرہ کرنا انسان کے لئے اللہ کی طرف توجہ اور توبہ میں مدد و معاون ہوتا ہے کیونکہ ایسے لوگ اس کو صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اور اس کے لئے توبہ کے مشکل مسائل کو واضح کر دیتے ہیں اور اس کے دروازہ کو کھول دیتے ہیں۔

اور آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اور تمام اسلامی بھائیوں کو خالص توبہ کی توفیق عطا فرمائے وہی صراط مستقیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنے والا ہے، وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد و آلہ وصحبہ .

ابو فوزان محمود احمد
موبائل نمبر: ۰۵۵۳۵۷۲۳۰۶
تاریخ: ۱۴۲۹/۸/۲۵ھ

فہرست مضامین

82

الطريق الى التوبة

محمد بن ابراهيم الحمد

ترجمہ

ابوفوزان محمود احمد

مراجعة

د/ عبدالمنان محمد شفيق مكى

جامعة ام القرى مكة المكرمة

الطريق إلى التوبة

إعداد
محمد بن إبراهيم الحمد

مراجعة
د / عبد المنان محمد شفيق مكي
جامعة أم القرى مكة المكرمة

ترجمة
أبو فوزان محمود أحمد

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالدوادمي
ت: ٦٤٢٣٦٣٦-٠١ فاكس ٦٤٢٢٠٠٢-٠١